بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ اردو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر!

مرتبہ

عبدالقدیر نیاز

بابت ماہ شوال ۱۳۶۴ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۵ء

ماہ اخاء ۱۳۲۴ہش

جلد ۴۴ ——— عدد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنہ ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیشِ نظر جاری فرمایا تھا:۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفینِ اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے اور بیرونِ ہند چار روپے ہے' طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپیہ لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے، ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیلِ زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینجر ہونی چاہئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے :۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	تیس روپے	اٹھتر روپے	ایکسو چوالیس روپے	دوسو ستر روپے
نصف صفحہ	اٹھارہ روپے	اڑتالیس روپے	چوراسی روپے	ایکسو پچاس روپے
ربع صفحہ	بارہ روپے	تیس روپے	چوّن روپے	نوّے روپے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماہنامہ اردو

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۴ | ماہ شوال ۱۳۶۴ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۵ء | عدد ۱۰

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مصنف
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کشف متعلق تفسیر کبیر اور مولوی محمد علی صاحب والی تفسیر القرآن	ص۲	از مولوی مبارک احمد صاحب مبلغ مشرقی افریقہ
آنند پور صاحب کے میلہ پر تبلیغ احمدیت	ص۹	از عباد اللہ صاحب گیانی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ
جسمانی صفائی کی حقیقت پر فلسفیانہ نظر	ص۱۶	از جناب ڈاکٹر شاہ نواز خاں صاحب
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اقوام عالم کو انذار اور سلسلہ احمدیہ کا اقتدار	ص۵۳	از جناب قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کشف

متعلق تفسیر کبیر

اور

مولوی محمد علی صاحب والی تفسیر القرآن

(از مولوی مبارک احمد صاحب مبلغ مشرقی افریقہ)

غیر مبایعین اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کام قرار دیتے ہوئے یہ ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صحیح معنوں میں ماننے والی جماعت غیر مبایعین کی ہی ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مندرجہ ذیل حوالجات بھی پیش کرتے ہیں۔ جن میں حضورؑ نے فرمایا ہے کہ "میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ اِس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔" (ازالہ اوہام) "یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔" خود مولوی محمد علی صاحب بھی بار بار اپنے خطبات و مضامین میں یہ کہتے رہتے ہیں کہ "ہم نے اِس سارے عرصہ میں صرف ایک ہی کام پر اپنی توجہ کو مرکوز رکھا ہے اور وہی کام کرتے ہیں جس کی تڑپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں تھی۔ یعنی قرآن کریم کو بذریعہ تراجم اور تعلیم اسلام کی کتابوں اور رسالوں کے ذریعہ دُنیا میں بالخصوص یورپ میں پھیلانا۔" (احباب قادیان سے اپیل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مولوی محمدؐ علی صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ اسکی اشاعت بھی کی گئی اور اسلامی تعلیم کے متعلق اپنی سمجھ کے مطابق کتابیں بھی تصنیف کی ہیں لیکن سوال تو یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کی یہ محنت دکاوش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاءِ مبارک کے مطابق ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار اپنی بعثت کے مقصد کو واضح کیا ہے جو مولوی محمدؐ علی صاحب اور اُن کے متبعین سے بھی مخفی نہیں۔ اور آپؑ نے بار بار فرمایا ہے کہ لوگوں کو اس حقیقی اسلام سے آگاہ کیا جائے جو آپؑ پر خدا تعالےٰ نے تیرہ سو برس بعد پھر نئے سرے سے ظاہر کیا ہے۔ اور ان امتیازی خصوصیات کو دُنیا کے سامنے رکھا جائے۔ جو باقی مسلمانوں میں مفقود ہیں اور صرف سلسلہ احمدیہ میں پائی جاتی ہیں۔ اور پھر یہ کہ خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت میں جو تازہ بتازہ نشانات آپؑ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے وہ دُنیا میں ظاہر کئے جائیں۔ اگر تو مولوی محمدؐ علی صاحب کی تحریر کردہ تفسیر اِن حقائق، اِن معارف، اِن نشانات اور آپؑ کی بعثت کی اغراض کو پورا کرنیوالی ہے تو بے شک مولوی محمدؐ علی صاحب کی تفسیر گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی کام ہے۔ اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاخ کہلانے کے جائز مستحق ہو سکتے ہیں۔ اور اگر آپ کی تفسیر اِن تمام امور سے خالی ہے، نہ صرف خالی بلکہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان کردہ علوم اور حقائق و معارف کی تردید کی گئی ہے۔ اور معجزات و نشانات اور اسلامی انوار جو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ظاہر کئے، کو باطل کرتی ہے تو پھر مولوی محمدؐ علی صاحب کا یہ ادّعا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاخ سے ہیں اور آپ کا کام حضورؑ کا ہی کام ہے محض بے حقیقت شے سے زیادہ قدر نہیں رکھتا۔

جنہوں نے مولوی محمدؐ علی صاحب کی تفسیر کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں، کہ مولوی محمدؐ علی صاحب نے حتی المقدور اِس بات کی کوشش کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے ملفوظات اور سلسلہ کی امتیازی خصوصیات اور قرآن مجید کے اُن معارف کو جنہیں آپؑ نے خدا تعالےٰ سے خاص علم پاکر بیان کیا ہے، کو چھپایا جائے۔ بلکہ اس سے بڑھکر مولوی محمدؐ علی صاحب نے یہ بھی جسارت کی ہے کہ حضورؑ کے بیان کردہ معانی و مطالب کو بڑے زور سے ردّ کیا ہے۔ اس کے ثبوت میں کئی ایک مثالیں متعدد مرتبہ لکھی جا چکی ہیں تاہم چند ایک کا یہاں درج کرنا بطور نمونہ کے خالی از فائدہ نہ ہوگا۔
مولوی محمدؐ علی صاحب نے اپنی تفسیر اور دیگر تصنیفات میں بہت زور دیا ہے کہ مسیح علیہ السلام یوسف کے نطفہ سے پیدا ہوئے اور اس طرح باباپ تھے۔ اور یہی مذہب آپ کے متبعین کا ہے۔ (بیان القرآن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقیقۃ المسیح اور رسالہ ولادت مسیح) برعکس اس کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "ہمارا اعتقاد اور ایمان یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے اور اللہ تعالےٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ **بڑی غلطی** پر ہیں ایسے لوگوں کا خدا مُردہ خدا ہے" (الحکم ۲۴؍جون ۱۹۰۱ء) پھر حضور علیہ السلام نے خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی مُہر کئے اور فرمایا کہ "اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔" (حقیقۃ الوحی صـ۹۷) لیکن مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔ "نبیوں کا خاتم ہونے کے معنے نبیوں کی مُہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں" (بیان القرآن صـ۱۵۱۵) سورۂ جمعہ کی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ سے استدلال کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۶۷) لیکن مولوی محمد علی صاحب جو اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلی تڑپ قرآن کی تفسیر لکھکر پورا کرنیوالے ہیں حضور کے استدلال کی جو آپؑ نے اِس آیت سے کیا ہے رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ "نص صریح اِس بات پر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا۔" (بیان القرآن صـ۱۹۴۲) حضور علیہ السلام تو ان علوم و معارف کے متعلق جو آپؑ نے بیان کئے اور تحریر فرمائے لکھتے ہیں کہ یہ ایسے حقائق و معارف ہیں "جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں۔" (فتح اسلام) اور مولوی محمد علی صاحب خدا تعالےٰ کی طاقت سے معلوم کئے ہوئے اور اُس کی قدرت و علم کامل کے توسط سے سیکھے ہوئے معارف کا ابطال و رد کرتے ہوئے یہ بھی دعوے رکھتے ہیں کہ آپ حضور علیہ السلام کے منشاء مبارک کو پورا کرنیوالے اور آپؑ کے کام کو ہی سرانجام دینے والے ہیں ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

اگرچہ اِن چند حوالوں سے ظاہر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کی تحریر کردہ تفسیر ان علوم عالیہ اور معارفِ عظیمہ پر مشتمل نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی خاص قوت و طاقت سے معلوم ہوئے اور نہ ہی اس میں ان امتیازاتِ خصوصی کا ذکر ہے جو سلسلہ احمدیہ سے ہی متعلق ہیں اس سے بڑھکر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ایک آسمانی شہادت بھی اس غرض کے لئے پیدا کر دی ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو واضح طور پر مولوی محمد علی صاحب کے ادّعا کو باطل کرتی ہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کا دعوے صداقت سے سراسر خالی ہے۔ اور اُن کی تیار کردہ تفسیر وہ تفسیر نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاءِ مبارک کو پورا کرنے والی اور آپؑ کے ملفوظات کی حامل ہو۔ اور جس کی آپؑ کو تڑپ تھی۔ بلکہ وہ کوئی اور تفسیر ہے جو آپؑ کی زینت اور عزّت کا موجب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشوف و الہامات کے مجموعہ تذکرہ کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک ایسا کشف معلوم ہُوا جو اِس نزاع میں فیصلہ کُن ہے اور حضور علیہ السلام لکھتے ہیں :۔

"آج ہی ایک خواب میں دیکھا کہ ایک چوغہ زرّیں جس پر بہت سنہری کام کیا ہوُا ہے مجھے غیب سے دیا گیا ہے۔ ایک چور اس چوغہ کو لے کر بھاگا۔ اس چور کے پیچھے کوئی آدمی بھاگا جس نے چور کو پکڑ لیا اور چوغہ واپس لے لیا۔ بعد اِس کے وہ چوغہ ایک کتاب کی شکل میں ہو گیا جس کو تفسیر کبیر کہتے ہیں اور معلوم ہوُا کہ چور اُس کو اِس غرض سے لیکر بھاگا تھا کہ اس تفسیر کو نابود کر دے" (فرمایا) اِس کشف کی تعبیر یہ ہے کہ چور سے مراد شیطان ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ ہمارے ملفوظات لوگوں کی نظر سے غائب کر دے مگر ایسا نہیں ہوگا اور تفسیر کبیر جو چوغہ کے رنگ میں دکھائی گئی اس کی یہ تعبیر ہے کہ وہ ہمارے لئے موجبِ عزّت و زینت ہوگی۔ واللہ اعلم" (تذکرہ صفحہ ۶۳۳)

۴ ستمبر ۱۹۰۶ء کا یہ کشف ہے جو اخبار بدر جلد ۲ نمبر ۳۶ اور الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۱ میں بھی چھپ چکا ہے۔ یہ کشف نہایت ہی واضح ہے اور کسی تشریح و توضیح کا محتاج نہیں۔ تاہم چند ایک باتوں کا لکھنا اِس سلسلہ میں خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

سب سے پہلی بات اِس میں جو قابلِ غور ہے وہ چوغہ زرّیں ہے۔ اس سے مراد وہ پاک اور صحیح علم ہے جس کے متعلق حضور علیہ السلام فرماتے ہیں "مجھے وہ معارف و حقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں" (فتح اسلام) علم تعبیر الرؤیا میں قمیص سے مراد علم ہوتا ہے اور چوغہ زرّیں سے مراد ایسا وسیع اور پاکیزہ اور مصفّٰی علم ہے جو اپنی چمک و خوبی میں خارجی و بیرونی زینت کا محتاج نہیں بلکہ قدرت نے خود ہی اس کو زرّیں بنایا ہے۔

دوسری بات اِس میں قابلِ غور یہ ہے کہ یہ چوغہ زرّیں ایک چور لے کر بھاگ گیا ہے یعنی حضور علیہ السلام کے پاکیزہ علم اور پاکیزہ معارف اور امتیازاتِ خصوصی کو کوئی شخص چوروں کے رنگ میں نابود کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور آپؑ کے ملفوظات کو لوگوں کی نظر سے غائب کر دینے کیلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زور لگائے گا۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی تفسیر بھی تیار کی جائے گی جو صحیح علم اور حضور علیہ السلام کے ملفوظات وخصوصیات کی حامل تو ہوگی لیکن کوئی شخص چرا کر لے جائے گا اور اس کے اندر تبدیلیاں کر دے گا اور اس کی اصل شکل وصورت کو مسخ کر دے گا اور ان معارف کو نکال دیگا جو حضور علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے دیئے ہیں۔ پھر اس میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ جو شخص چرا کر لے جائے گا وہ اس کا اپنا مال نہیں ہوگا کیونکہ اگر اپنا مال ہو تو اُسے چوری نہیں کہہ سکتے۔ چوری تبھی کہلا سکتی ہے کہ جب کسی دوسرے کے مال کو ناجائز طور پر لیا جائے۔

تیسری بات اِس میں قابلِ غور یہ ہے کہ جب چور چوغہ زرّیں کو چرا کر لیجا چکے گا تو پھر کوئی اور شخص اُٹھے گا اور وہ چور کا پیچھا کرے گا اور پیچھا کر کے اُسے پکڑ لے گا۔ اور چوغہ زرّیں کو واپس لے لے گا۔ یعنی وہ صحیح علم جو کسی تفسیر میں سے نکال دیا گیا ہوگا اور وہ معارف جو حضور علیہ السلام کے بیان کردہ ہیں ان کو اس اصل تفسیر سے غائب کر دیا ہوگا تو بعد میں پھر انہی علوم اور نشانات اور ملفوظات اور مسیح موعود علیہ السلام کے امتیازی نشانات پر مشتمل ایک تفسیر تیار کی جائیگی یہ تفسیر بعد میں تیار ہوگی۔ اور یہ بعد میں تیار ہونے والی تفسیر جو اصل تفسیر ہوگی یعنی چوغہ زرّیں اسکا نام تفسیر کبیر ہوگا۔

چوتھی بات اِس کشف میں یہ قابلِ غور ہے کہ ایک ایسا شخص ہوگا جو چوغہ زرّیں کی تلاش اور اس کو حاصل کرنے کے لئے بے قرار ہوگا۔ اور جوں ہی اس کو معلوم ہوگا کہ چوغہ زرّیں چوری ہو گیا ہے وہ آرام سے نہیں بیٹھے گا جب تک کہ اس چوغہ کو حاصل نہ کرے۔ یعنی اصل تفسیر جو حضور علیہ السلام کی زینت کا باعث ہے اور وہ ملفوظات جو حضور پُرنور کی صداقت اور قوتِ قدسیہ اور آپؑ کے برگزیدہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اُن کو وہ ظاہر کرنے والا ہوگا اور وہ ایسے ملفوظات ومعلومات اور علومِ صحیحہ پر مشتمل ہوگی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل مقام کو ظاہر کرنیوالی اور آپؑ کی عزت وشرف کا موجب ہوگی۔

اب ہر ایک عقلمند ان سطور کو پڑھ کر خود ہی سمجھ لے کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے قیام قادیان میں ان علوم کی روشنی میں تفسیر لکھی جو حضور علیہ السلام کے ذریعہ ظاہر ہوئے اور جس کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے بیان کردہ نوٹس بھی قلمبند کر کے اس میں درج کئے گئے۔ لیکن اختلاف کے موقعہ پر مولوی محمد علی صاحب اِس چوغہ زرّیں کو جو سلسلہ احمدیہ کا مال تھا نہ کہ مولوی صاحب کا، لے کر چلے آئے۔ اور پھر اس میں آکر تبدیلیاں کیں اور احمدیت کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خصوصیات کو اس سے نکال دیا۔ اُن علوم و معارف کو جو حضورؑ نے بیان فرمائے خارج کر دیا۔ بلکہ ان مطالب کو جو حضورؑ نے بعض آیات کے بیان فرمائے تردید کی اور اُن کے خلاف بڑے زور سے قلم چلائی۔ اور پھر اس کی اشاعت کر کے سلسلہ کی چیز کو اپنی ملکیت قرار دے لیا۔ کیا یہ چوغہ زرّیں کی چوری نہ تھی۔ کیا حضورؑ کے ملفوظات کو غائب کرنے کی یہ کوشش نہ تھی۔ یہ ساری کی ساری کارروائی کیا شیطانی تحریک کا نتیجہ نہ تھی؟ پہلے سے ہی یہ مقدر تھا کہ ایک تفسیر لکھی جائے پھر مولوی محمد علی صاحب اس میں تبدیلیاں کرتے اور ایسے حالات پیدا ہوتے کہ سرقہ کا داغ اُن پر لگتا۔ پس حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا اسوقت تک تفسیر نہ لکھنا اِسی وجہ سے ہی تھا کہ یہ سب کچھ پہلے ہوتا۔ چنانچہ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو پھر اس چوغہ زرّیں کو لینے کے لئے "اس چور کے پیچھے **کوئی آدمی بھاگا"۔ "کوئی آدمی"** اِس لئے کہ مخالفین اُسے ایک نہایت ہی معمولی انسان گردانینگے اور اس کے اعزاز و احترام کو صدمہ پہنچانے کے لئے ہر نا جائز کارروائی کر کے اپنے خیال کیمطابق اسے معمولی قرار دے لیں گے۔ لیکن یہی معمولی آدمی جو خدا تعالےٰ کے علم میں بڑی عظمت رکھتا ہوگا۔ اس صحیح علم اور ملفوظات و معارفِ عالیہ کے چوغہ زرّیں کو واپس حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ یعنی وہ پھر خود ایک تفسیر لکھیگا جو اِن خوبیوں پر مشتمل ہوگی اور اس تفسیر کا نام تفسیر کبیر ہوگا۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے پھر اس چوغہ زرّیں کو حاصل کیا (حضور کی خلافت کے متعلق بھی اس میں اشارہ ہے۔) اور ان پاکیزہ علوم کو جو حضورؑ نے خدا کی قوت سے سیکھے اور حاصل کئے آپ نے اپنی تفسیر میں بیان کر دیئے اور دلیری سے حضورؑ کے نشانات اور معجزات کو، آپؑ کے ملفوظات کو اپنی تفسیر میں لکھا۔ اور پھر اس کا نام بھی تفسیر کبیر ہُوا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے عزت اور زینت کا موجب ہے۔ کیونکہ اگرچہ اِس بات کی کوشش کی گئی کہ حضورؑ کے ملفوظات کو غائب کر دیا جائے۔ حضورؑ کے مقامِ عالیہ کو چھپایا جائے۔ بلکہ آپؑ فرماتے ہیں "مگر ایسا نہیں ہوگا"۔ یعنی یہ ملفوظات ظاہر ہوں گے، یہ علوم و معارف پھیلیں گے۔ اور یہی معارف و علوم ہی در اصل آپؑ کی زینت و شرف کا موجب ہوں گے۔

پس یہ کشف جہاں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے برحق خلیفہ ہونے اور حقیقی معنوں میں حامل چوغہ زرّیں ہونے کا ثبوت ہے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا بھی ثبوت ہے کہ ایک لمبا عرصہ قبل خدا تعالےٰ سے علم پا کر ایسے واقعات بیان کئے جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بالکل اسی طرح پورے ہوئے۔ کیونکہ کسی انسان کا کام نہیں کہ وہ اپنی طرف سے مصفّا غیب کا اظہار کر سکے خدا تعالےٰ نے اس غیب کو اپنے برگزیدہ رسول پر ظاہر کیا اور جو نتیس سال بعد اسکے تمام حصّے منّ وعن پورے ہو گئے۔ اور پھر یہ کشف اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ مولوی محمدؐ علی صاحب کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلی خواہش، آپؑ کی دلی تڑپ کو پورا کرنے والی نہیں۔ بلکہ آپؑ کے کام کو مولوی صاحب نے بگاڑا اور اِس وجہ سے مولوی صاحب کا اپنے آپکو "یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسے مجھ سے یا جیسا اُس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"۔ اِن الفاظ کا مصداق کرنا سراسر سینہ زوری ہے۔ ہاں وہ شخص جو اس چوری کو پکڑنے میں کامیاب ہوا، جس نے حضورؑ کے کلام کو بیان کیا اور قرآن کی تفسیر اس رنگ میں لکھی جو حضورؑ کی منشاء مبارک تھی اور جو آخر کار تفسیر کبیر کے نام سے بھی موسوم ہوئی، وہی ہے جو لفظی اور معنوی رنگ میں حضورؑ میں سے اور حضورؑ کی شاخ میں سے ہے اور آپؑ میں داخل ہے۔ اور وہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ متعنا اللہ بطول حیاتہٖ کا گرامی وجود ہے جنکی صداقت کے لئے بے شمار نشانوں میں سے ایک نشان اور خدا تعالےٰ نے تفسیر کبیر کے ذریعہ ظاہر فرمایا ہے۔ اور حقانیت کو روزِ روشن کی طرح ظاہر کر دیا۔ اور اس آسمانی شہادت نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ تفسیر القرآن کے بارے میں مولوی محمدؐ علی صاحب کی زور آزمائی محض چوری اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں۔ اتنے واضح نشانات کے ہوتے ہوئے بھی اگر مولوی محمدؐ علی صاحب اور اُن کے متبعین ہٹ دھرمی ہی دکھائیں تو یہ انتہائی افسوس کا مقام ہو گا۔ مولوی صاحب! اِس کشف کو پڑھیں اور بار بار غور کریں اور حق کو قبول کریں اور "خدا کے ساتھ جنگ نہ کریں"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنندپور صاحب کے میلہ پر تبلیغِ احمدیت

(از جناب عباد اللہ صاحب گیانی -)

خاکسار کو امسال بسلسلۂ تبلیغ آنندپور صاحب جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ ضلع ہوشیارپور تحصیل اونا کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ یہاں پر ہولیوں میں سکھوں کا ایک بہت بڑا میلہ ہوتا ہے۔اس سال بھی یہ میلہ انہی دنوں میں منایا گیا۔ اور باوجود سفر کی دقتوں اور مشکلات کے لوگ دُور دراز سے پیدل چل کر اور گڈوں پر سوار ہو کر لاکھوں کی تعداد میں آئے۔ تین چار دن خوب چہل پہل رہی۔ ان دنوں سکھوں کی مختلف سوسائٹیوں کی طرف سے دھرم پرچار کے نام پر مختلف اوقات میں کئی دیوان (جلسے) بھی کئے گئے۔ ان جلسوں میں اکثر سکھ لیکچراروں کی طرف سے سکھ مذہب کی خوبیاں بیان کرنے یا گورمت کی تعلیم پر روشنی ڈالنے کی بجائے حسبِ معمول مسلمان بادشاہوں کو کوسا گیا، اور فوت شدہ مسلمانوں کے مظالم کی فرضی داستانیں بیان کی گئیں۔ خاکسار کو بھی بعض دیوانوں میں تقریر کرنے کا موقعہ ملا۔ مَیں نے اپنے سکھ بھائیوں کو حضرت بابا نانک صاحبؒ کے اِس حکم کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی کہ:-

سانجھ کرتے بجے گناں کیری
چھوڈ اوگن سے چلئے۔

(گرنتھ صاحب محلہ ۱)

یعنی دوسروں کی عیب چینی نہ کرو۔ البتہ کسی میں کوئی خوبی ہے تو اس کا تذکرہ ضرور کرو۔

نیز یہ بھی کہا کہ ہم آنندپور صاحب آئے تھے کہ ہمیں سکھ وِدوانوں اور گیانیوں سے ملنے کا اتفاق ہو گا اور "سنت ملے کچھ سُنیئے کہیئے" کے ماتحت ہم کچھ اُن سے سُنیں گے اور کچھ اُن کو سُنائیں گے اور سکھ لیکچراروں کی زبان سے سکھ مذہب کی خوبیاں اور گورمت کے خصوصی مسائل کی فلاسفی سُننے کا موقعہ میسّر آئے گا۔ لیکن یہاں آکر ہمیں بہت ہی مایوسی ہوئی۔ ہمارے سِکھ بھائیوں کے اکثر لیکچراروں کے پاس فوت شدہ مسلمانوں کو کوسنے کے اور کوئی علمی سرمایہ نہیں۔ ہمارے نزدیک تو کسی مذہب کی خوبصورتی اُس کی اعلےٰ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پاکیزہ تعلیم پر منحصر ہوتی ہے نہ کہ کسی دوسرے کے عیوب پر۔ اگر فرض کے طور پر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مسلمان سب کے سب بُرے تھے تو اِس سے یہ نتیجہ کیسے نکل سکتا ہے کہ سکھ مذہب اچھا ہے۔ خاکسار کی اِس تقریر کو تعلیمیافتہ سکھوں نے بہت پسند کیا اور بعض سنجیدہ اور ذمہ وار سکھ صاحبان نے یہ بھی کہا کہ آپ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کو اِس طرف توجہ دلائیں، فی الواقع سکھ لیکچراروں کا یہ طریق مُلک میں فتنہ پھیلانے کا موجب بن رہا ہے۔

آنندپور صاحب کی تاریخی حیثیت

ناظرین کی دلچسپی کے لئے خاکسار یہاں پر آنندپور صاحب کے کچھ تاریخی حالات درج کرتا ہے۔ سکھ مؤرخین تحریر فرماتے ہیں کہ گورو تیغ بہادر صاحب نے (جو سکھ صاحبان کے نویں گورو تھے) سمت ۱۷۲۳ بکرمی میں دریائے ستلج کے کنارے پر موضع ماکھووال کی زمین خرید کر آنندپور صاحب آباد کیا۔ اِس کے بعد سکھوں کے دسویں گورو گورو گوبند سنگھ صاحب نے بھی اِس کی رونق میں اضافہ کیا اور یہاں سے آپ نے اپنی گوریائی کا اعلان کیا اور اپنی زندگی کے ابتدائی ایام بسر کئے۔ اور یہاں پر ہی انہوں نے باون (کوی) شاعر اپنے پاس رکھے جو مختلف زبانوں کے عالم تھے۔ اس طرح ایک علمی مجلس قائم کی۔ اس مجلس میں بعض مسلمان عالم بھی شامل کئے گئے۔ اِن سب کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ مختلف مذاہب کی کُتب کا گورکھی زبان میں ترجمہ کر دیں۔ چنانچہ کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

سمت ۱۷۵۶ بکرمی میں گورو گوبند سنگھ صاحب نے سکھوں کو فوجی شکل دینے کے لئے خالصہ پنتھ کی بُنیاد رکھی[1] اور سکھوں کو "پانچ ککّے"، یعنی کیس (سر کے بال) کنگھا، کڑا، کرپان،

---

[1] بعض سکھ مؤرخین نے خالصہ پنتھ کی بُنیاد رکھنے کے سمت ۱۷۵۶ بکرمی میں اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ کسی نے سمت ۱۷۴۶ بکرمی ظاہر کیا ہے (ملاحظہ ہو سنکھیپ جیون چرتر گورو گوبند سنگھ صفحہ ۹) اور کسی نے سمت ۱۷۵۲ بکرمی بتایا ہے (ملاحظہ ہو پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۳۰) نیز کوئی سمت ۱۷۵۴ بکرمی بتاتا ہے (ملاحظہ ہو سم گرنتھ مترجم پنڈت نارائن سنگھ صاحب گیانی صفحہ ۳۶۲) اور کوئی سمت ۱۷۵۵ بکرمی ظاہر کرتا ہے (ملاحظہ ہو سدھرم مارگ گرنتھ صفحہ ۸۴)

Digitized by Khilafat Library Rabwah
اور کچھ ار کھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ :-

نشان سکھی ایں پنج کاف

ہرگز نہ باشد ایں معاف

کڑا کارد کچھ کس گھاں بداں

بلا کیش ہیچست جملہ نشاں

(کیساں دی برکت صلاً)

اس دن سے اس مقام کو سکھ صاحبان میں ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی اور اس کو "خالصہ دی واسی" یعنی خالصہ کا گھر کا نام دیا گیا۔

گورو گوبند سنگھ صاحب نے اس آنند پور صاحب کو فوجی طریق پر ایک چھاؤنی کی شکل دیدی۔ ویسے بھی آنند پور صاحب ایک قدرتی قلعہ کی صورت میں ہے۔ اس کے تین طرف پہاڑی سلسلہ قائم ہے اور اس حصہ پہاڑی سلسلہ کے ساتھ ساتھ کچھ حصہ میں دریا بھی بہہ رہا ہے جو قدرتی کھائی کا کام دے رہا ہے۔ اور اس پہاڑی دیوار کے اندر ایک وسیع میدان ہے جس میں علاوہ اور دیہات کے یہ آنند پور صاحب بھی آباد ہے۔ صرف ایک طرف ہی ایسی ہے جو اس پہاڑی دیوار سے خالی ہے یعنی روپڑ کا راستہ۔ اس طرف ایک ندی بہہ رہی ہے جس کو عبور کر کے ہی آدمی روپڑ پہنچ سکتا ہے۔ گورو صاحب نے اس قدرتی قلعہ کو مزید مضبوط کرنے کے لئے اور اس کی حفاظت کی غرض سے یہاں پر پانچ قلعے اور تیار کروائے جن کے نام حسب ذیل ہیں :-

(۱) قلعہ آنند گڑھ۔

(۲) قلعہ لوہگڑھ

(۳) قلعہ کیس گڑھ

(۴) قلعہ فتح گڑھ

(۵) قلعہ ہولگڑھ

آج کل ان قلعوں کی جگہ پر گوردوارے بنوائے گئے ہیں۔

گورو گوبند سنگھ صاحب کے زمانہ میں آنند پور صاحب کے ارد گرد ہندو راجاؤں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جنکو "بائی دھار کے راجے" کہا جاتا تھا۔ جب گورو گوبند سنگھ صاحب نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"خالصہ پنتھ" کا سلسلہ شروع کیا تو ان راجاؤں کو بھی آپنے خالصہ پنتھ میں شامل ہونیکی دعوت دی جس کو انہوں نے رد کر دیا۔ اس پر گورو گوبند سنگھ صاحب اور ان راجاؤں میں کش مکش شروع ہو گئی اور راجہ بھیم چندر، راجہ کرپال چند، راجہ کیسری چند، راجہ کھدیال، راجہ ہر چند، راجہ پرتھی چند اور راجہ فتح شاہ صاحبان سے گورو گوبند سنگھ صاحب کی کئی بار باقاعدہ جنگ بھی ہوئی۔ ان جنگوں میں مسلمان بھی کافی تعداد میں شامل ہوئے جو گورو گوبند سنگھ صاحب کی حمایت میں پہاڑی راجاؤں سے لڑے۔ چنانچہ سید بدھو شاہ صاحب کے دو لڑکے بھی کام آئے۔

گورو گوبند سنگھ صاحب نے خود بھی ان جنگوں کی وجہ مذہبی اختلاف ہی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ آپنے جو چٹھی فارسی اشعار میں اورنگ زیب کی خدمت میں ارسال کی اس میں پہاڑی راجاؤں کے ساتھ لڑائی کا باعث مذہبی اختلاف ہی بیان کیا جیسا کہ آپنے لکھا ہے کہ ؎

منم کشتنم کوہیاں بت پرست
کہ او بت پرستند و من بت شکست

(دسم گرنتھ صفحہ ۱۲۵)

اسی طرح گیانی گیان سنگھ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے پہاڑی راجاؤں کو ایک چٹھی کے جواب میں تحریر فرمایا کہ :-

"آپکو معلوم ہو کہ ہم اپنی زرخرید زمین میں آباد ہیں۔ ہم کسی کی رعایا نہیں۔ ہم نے پہلے بھی کسی کی اطاعت قبول نہیں کی اور اب بھی کسی کی اطاعت قبول نہ کرینگے۔ اگر آپ ہم سے میل کرنا چاہتے ہیں تو امرت چھک کر سنگھ بن جائیں جس پر تمام خالصہ تم کو اپنا سردار تسلیم کر لیگا اور آپکے پیچھے چلیگا۔ اسکے نتیجہ میں آپکو آزاد حکومت حاصل ہوگی۔ بغیر سنگھ بننے کے آپسے خالصہ کسی قسم کا بھی میل نہیں کر سکتا۔ (تواریخ گورو خالصہ مترجم از گورمکھی صفحہ ۱۱۲)

اسکے بعد جب پہاڑی راجاؤں نے اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھی تو وہ صوبہ سرہند کی خدمت میں امداد طلب کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ چنانچہ گیانی گیان سنگھ صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"جب پہاڑی راجاؤں نے دیکھا کہ سکھوں کو شکست دینا اُن کے بس کی بات نہیں، فوراً صوبہ سرہند کے قدموں پر جا گرے اور بیس ہزار خرچ کا ادا کرکے کمک کے خواہاں ہوئے الغرض صوبہ سرہند نے بہت سی فوج لیکر راجہ بھیم چند کی مدد کی۔" (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲)

۱؎ مہاشہ سنت رام صاحب آشفتہ ایڈیٹر اخبار "دھرم ویر" لاہور لکھتے ہیں کہ :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صوبہ سرہند کی اس فوجی امداد نے پہاڑی راجاؤں کے پاؤں مضبوط کر دیئے اور اُن کی طرف سے آنندپور صاحب کا محاصرہ اِس قدر سختی سے کیا گیا کہ کوئی چیز بھی اندر نہ جانے دی حتّٰی کہ کھانے پینے کی اشیاء کو بھی روک دیا گیا۔ اِس تنگی سے تنگ آکر اکثر وہ سکھ جو گورو صاحب کے ساتھ رہا کرتے تھے آپ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ بلکہ یہ لکھ کر دے گئے کہ آپ ہمارے گورو نہیں اور ہم آپ کے سکھ نہیں۔ آخر گورو گوبند سنگھ صاحب کو آنندپور چھوڑنا پڑا۔

آنندپور صاحب میں گورو صاحب کی بعض اشیاء تاریخی یادگار کے طور پر رکھی ہوئی ہیں جنکو سکھ لوگ بڑی عزت اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان چیزوں میں سے ایک "سیف" بھی ہے جس کے متعلق سکھ مؤرخین نے یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی "سیف" ہے۔ جو بہادر شاہ نے گورو گوبند سنگھ صاحب کو بطور تحفہ پیش کی تھی۔[1]

اس سیف کی لمبائی معہ دستہ کے چار فٹ تین انچ ہے اور چوڑائی دستہ کے پاس تین انچ، درمیان میں دو انچ، آخر میں تیز نوک ہے۔ اور اس کا وزن ۳۲ چھٹانک ہے۔ نیز اس کے ایکطرف حسب ذیل عبارت ہے:-

نصر من اللہ و فتح قریب

محیط علم راکندہر امیر المومنین حیدر
امام الجن والانس و وصی المصطفٰے حقاً

لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ

اور دوسری طرف یہ عبارت ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
تحفہ است علی فاطمہ حسن و حسین

لا فتح الا علی لا سیف الا ذوالفقار

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) "گورو" گوبند سنگھ صاحب نے بلاتمیز ہندو اور مسلمانوں کے لڑائیاں کیں بلکہ زیادہ تر ان کا جنگ و جدل ہندوؤں کے ساتھ تھا۔ مسلمان حاکموں کو صرف ہندوؤں کی مدد کیلئے شامل ہونا پڑا تھا اور یہ اُن کا اخلاقی فرض تھا۔ کہ اپنے ماتحت اور کمزور سلطنتوں میں امن و امان قائم رکھیں۔" (ہندو جاتی اور سکھ گورو صفحہ ۵)

[1] ملاحظہ ہو گوردوارے درشن صفحہ ۱۶۔ سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب نے لکھا ہے کہ "سید بدھو شاہ نے یہ سیف گورو صاحب کو دی تھی۔"

(ملاحظہ ہو مہمان گوشش صفحہ ۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس سیف کو ہمارے سکھ مہمان بہت عقیدت سے دیکھتے ہیں۔

آنندپور صاحب کے گوردوارے

آنندپور صاحب میں آج کل سکھ صاحبان کے مندرجہ ذیل گوردوارے ہیں:۔

(۱) گوردوارہ اکال بنگا صاحب یہ گوردوارہ شہر میں گوردوارہ سیس گنج کے احاطہ میں ہے۔ یہاں یہ گورو گوبند سنگھ صاحب کے گورو مقرر ہونے کی رسم ادا کی گئی تھی۔

(۲) گوردوارہ آنند گڑھ صاحب یہ گوردوارہ آنندپور سے نصف میل کے فاصلہ پر جانب جنوب ہے یہ اس قلعہ پر بنایا گیا ہے جو گورو صاحب نے آنندپور کی حفاظت کیلئے تیار کروایا تھا۔

(۳) گوردوارہ سیس گنج صاحب آنندپور شہر میں شری گورو تیغ بہادر صاحب کی یادگار میں یہ گوردوارہ بنایا گیا ہے اسجگہ گورو صاحب موصوف کا سر جلایا گیا تھا۔

(۴) گوردوارہ کیس گڑھ صاحب یہ گوردوارہ آنندپور صاحب سے جنوب مغرب کی طرف ہے۔ اس جگہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے خالصہ پنتھ کی بنیاد رکھی تھی۔

(۵) گوردوارہ گورو کے محل یہ گوردوارہ شہر کے اندر ہے۔ گورو تیغ بہادر صاحب نے اس جگہ اپنی رہائش کے لئے مکان بنائے تھے۔ ان مکانوں میں ہی گورو گوبند سنگھ صاحب نے رہائش اختیار کی تھی اور آپ کے چار صاحبزادوں کی پیدائش بھی اسجگہ ہوئی تھی[1]

(۶) گوردوارہ دمہ صاحب یہ گوردوارہ آنندپور صاحب سے جانب غرب ہے اور گورو گوبند سنگھ صاحب کی یادگار میں بنایا گیا ہے اور اسی مقام پر آپ نے مسندوں کو سزا بھی دی تھی[2]

---

[1] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کے تین ہی فرزند تھے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:۔

"یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جوجھار سنگھ زورآور سنگھ صاحب ایک ہی صاحبزادہ کے دو نام تھے۔ ایک نام ہے اور دوسرا لقب۔"

(سورج پرکاش مترجم از گورمکھی صفحہ ۲۰۸۷)

[2] مسند گوردوارا اس صاحب نے مقرر کئے تھے۔ ان کے سپرد سکھ مذہب کا پرچار اور چندوں کا وصول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۷) گوردوارہ منجی صاحب
گوردوارہ گورو کے محلوں کے پاس ہی یہ گوردوارہ ہے۔ اس جگہ گورو تیغ بہادر صاحب روزانہ شام کے وقت دیوان لگایا کرتے تھے۔

(۸) گوردوارہ منجی صاحب
یہ گوردوارہ شہر میں گوردوارہ کیس گڑھ صاحب کے پاس چار صاحبزادوں کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ یہاں پر وہ صاحبزادے بچپن کے زمانہ میں کھیلا کرتے تھے۔ نیز انہوں نے ابتدائی تعلیم بھی یہاں پر ہی حاصل کی تھی۔

(۹) گوردوارہ بھورا صاحب
یہ گوردوارہ گورو کے محلوں میں ہے۔ اس جگہ گورو تیغ بہادر صاحب علیحدگی میں بھجن کیا کرتے تھے۔

(۱۰) گوردوارہ فتح گڑھ صاحب
یہ گوردوارہ آنندپور صاحب کے تھانہ کے پاس ہے اس جگہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے آنندپور صاحب کی حفاظت کے سلسلہ میں ایک قلعہ بنوایا تھا۔ جو اب گر چکا ہے۔

(۱۱) گوردوارہ لوہگڑھ صاحب
آنندپور صاحب سے جانب جنوب مغرب ایک میل کے فاصلہ پر یہ گوردوارہ ہے۔ اس جگہ بھی گورو صاحب نے آنندپور صاحب کی حفاظت کے لئے ایک گوردوارہ بنایا تھا۔ یہ قلعہ بھی اب گر چکا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) کرنا کیا گیا تھا۔ گورو گوبند سنگھ صاحب کے زمانہ میں ان مسندوں نے ملکر گورو صاحب کے خلاف سازش کی کہ آپ کو گورپائی سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اور آپکی جگہ آپ کے صاحبزادہ کو گورو مقرر کر دیا جائے۔ گورو صاحب کو اس کا علم ہو گیا۔ اس پر انہوں نے بڑے بڑے مسندوں کو زندہ تیل کے تپتے ہوئے کڑاہوں میں ڈال کر جلا دیا۔ (ملاحظہ ہو پنتھ پرکاش بھنگو رتن سنگھ صفحہ ۳۶،
تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰۹، گورپرتاب سورج گرنتھ رت ۳ انسو ۱۸ و اتہاس سکھ گورو صاحبان و دیگ تیغ دا مالک صفحہ ۱۲ مصنفہ گیانی شیر سنگھ صاحب صفحہ ۲۶۹ اور تواریخ گورو خالصہ پنتھ مصنفہ گیانی لال سنگھ صاحب صفحہ ۸۲۶)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جسمانی صفائی کی حقیقت پر فلسفیانہ نظر

(از جناب ڈاکٹر شاہ نواز خاں صاحب)

تمہید جسمانی صفائی کا احساس اور ظاہری پاکیزگی اور طہارت کا شعور ایک فطری جذبہ ہے۔ انسان تو انسان حیوانوں تک میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے۔ تمام مذاہب نے اس پر زور دیا ہے۔ بلکہ اسکو خداشناسی کا بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔ آج کل کی تہذیب میں تو صفائی پر اس قدر زور دیا جاتا ہے کہ وہ مبالغہ کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ محض جسمانی صفائی کے حصول کے لئے تمام اخلاقی، مجلسی اور معاشرتی قوانین کو ایسا بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے کہ گویا صفائی ہی انسان کا اصل مقصود ہے۔ اِس مضمون میں انشاء اللہ علوم جدیدہ کی روشنی میں بتایا جائے گا کہ ظاہری صفائی کا کونسا طریق فطری اور طبعی ہے اور کس مذہب نے اپنے متبعین کی اِس معاملہ میں سچی راہنمائی کی ہے۔

جسمانی صفائی کی اصل غرض یہ ہے کہ انسان اوّل تو اندرونی مَیل اور گندی رطوبتوں، فضلات وغیرہ سے خلاصی حاصل کرے اور دوسرے بیرونی مَیل اور گند اور گرد و غبار سے جسم کو بچائے رکھے صفائی کے حصول کے کئی ذرائع ہیں مثلاً غسل کرنا، استنجا کرنا، مُنہ ہاتھ دھونا، دانتوں کو صاف کرنا، حجامت، تزئین وغیرہ۔ اِن میں سے بعض ایسے طریق ہیں کہ تمام مہذب لوگ اور تمام مذاہب کے ماننے والے ان پر متفق ہیں۔ گو تفصیلات میں یہاں بھی فرق ہے مگر اِس اتفاق کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ جسمانی صفائی کے حصول کے طریق میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ صفائی کی تعریف تک میں اختلاف ہے۔ اِس زمانہ میں ہمارے سامنے تین قومیں ہیں جن کا مثلاً بالوں کی صفائی کا طریق ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہے۔ اوّل ہمارے سکھ دوست ہیں جو جسم کے کسی حصّہ کے بال کو چھُونا تک خلافِ فطرت سمجھتے ہیں۔ اور ان کا یہ طریق ہے کہ جس طرح قدرت نے پیدا کیا ہے رہنے دیا جائے اور تزئین وغیرہ نہ کی جائے۔ دوسری طرف یورپین یا مغربی لوگ ہیں جو صفائی کے یہ معنے کرتے ہیں کہ چہرہ پر بالوں کا نام و نشان نہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رہنے دیا جائے۔ یعنی داڑھی بلکہ مونچھوں تک کا صفایا کر دیا جائے۔ مگر وہ اندرونی بالوں (بغل اور زیرناف) کو لمبا چھوڑ دیتے ہیں اور ان کی صفائی اُن کے نزدیک ضروری نہیں ہے۔ تیسرے ہمارے مسلمان بھائی ہیں جو کہ اس کے بالکل برعکس چہرہ پر بال (داڑھی اور مونچھ) رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر اندرونی بال (بغل اور زیرناف) کا لینا سنت خیال کرتے ہیں۔

سر کے بالوں کی وضع کے متعلق بھی تینوں میں اختلاف ہے۔ ایک عورتوں کی طرح مردوں کے سر کے بال بھی لمبے رکھتے ہیں۔ دوسرا گروہ چھوٹے بڑے بال (قزع) کترواتا ہے اور مسلمان لوگ سر کے بال چھوٹے مگر ایک جیسے یا بعض پٹے پسند کرتے ہیں۔ یہی حال طہارت کے طریق غسل وغیرہ کا ہے۔ جس میں مشرق اور مغرب میں اختلاف ہے۔ مغربی لوگ پانی کے بغیر طہارت کافی سمجھتے ہیں مگر مشرقی لوگ پانی کی ضرورت کے قائل ہیں۔ مغربی لوگ ٹب باتھ لیتے ہیں مگر مشرقی جاری پانی سے غسل یا وضو کرنے کے قائل ہیں۔ ایسے حالات میں نئی پود خصوصاً نوجوانوں کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہے کہ کونسا طریق فطری اور طبعی ہے۔ مغربی قوموں کو چونکہ آج کل غلبہ اور اقتدار حاصل ہے اس لئے وہ اپنی تہذیب کو اعلیٰ سمجھتے ہیں اور وہ حکومت کے نشہ میں اِس بات پر غور کرنے کو تیار ہی نہیں ہوتے کہ مشرق کی بھی کوئی بات اچھی ہو سکتی ہے۔ یا نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ "الناسُ علیٰ دین ملوکھم" کے ماتحت خصوصاً نوجوان طبقہ مغربی اثر کے ماتحت ان کی تہذیب کو اختیار کرتا جا رہا ہے۔ الاماشاءاللہ

ایسے حالات میں ضروری ہے کہ طب اور سائنس کی روشنی میں نوجوانوں کو بتایا جائے کہ کونسا طریق طبعی اور فطرت کے منشاء کے مطابق ہے۔ اور کس قوم اور مذہب نے یہ طبعی طریق سکھلایا ہے جس کو اختیار کرنا ہر دانشمند کا فرض ہے۔ یہ ایک وسیع مضمون بلکہ مضامین کا سلسلہ ہے (جس کی طرف عاجز پہلے بھی توجہ دلاتا رہا ہے۔ مگر چونکہ انسان یاددہانی کا محتاج ہے۔ پھر نئے لوگ بھی سلسلہ میں داخل ہوتے رہتے ہیں اس لئے تکرار کی ضرورت ہے) اس لئے اِس مضمون میں مختصر اشارات[1] ہی کئے جاسکتے ہیں۔ تاکہ مضمون زیادہ طول پکڑ کر نازک طبع ناظرین پر گراں نہ گذرے۔ اِس مضمون کی ترتیب بھی طبعی رکھی گئی ہے یعنی انسان کی پیدائش سے لے کر مرنے تک کے جسمانی یا ذاتی صفائی کے لئے جو جو طبعی طریق ہو سکتے ہیں اُن کا بیان انشاءاللہ الگ الگ سرخیوں کے ماتحت کیا جائے گا۔ واللہ الموفق۔

---

[1] بعض مضامین کی تفصیل ریویو اردو کے پرانے فائلوں میں مل سکتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۔ نوزائیدہ بچے کی ذاتی صفائی

(۱) منہ کی صفائی (تحنیک یا گھٹی)

نوزائیدہ بچے کا منہ بالعموم غلاظت، جراثیم وغیرہ کے اثر سے پاک ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ وضع حمل کی شدت کی وجہ سے اُس کا منہ کھل جائے اور گندی رطوبت لگ جائے۔ اس کے بعد چند یوم کے اندر ہی مختلف قسم کے (مفید اور مضر) جراثیم اُس کے منہ میں داخل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ کچھ خوراک کے ذریعے اور کچھ دوسرے بچوں کی غلیظ انگلیوں سے۔ واضح ہو کہ جراثیم کا وجود بالکل مضر نہیں ہے بلکہ یہی جراثیم جن کو بُرا کہا جاتا ہے زندگی کا ستون ہیں۔ چنانچہ تجربہ سے یہ معلوم کیا گیا ہے کہ اگر کسی بچے کو ایسے طریق پر جنایا جائے (مثلاً پیٹ کھول کر) کہ اُس کے مُنہ میں غلاظت لگنے کا امکان نفی کے برابر ہو اور بعد میں بھی اُس کے مُنہ کو پاک و صاف رکھا جائے اور غذا بھی خوب اُبال کر دی جائے (تاکہ جراثیم مر جائیں)، تو اُس بچے کا ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے اور صحت گرنی شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کا منشاء یہ ہے کہ ولادت کے بعد جلد ہی بچے کے جسم میں "مفید" جراثیم داخل کئے جائیں جو اُس کے معدہ اور امعاء کی مشینری کو چلانا شروع کریں۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ بچے کے لئے جراثیم کا وجود ضروری ہے اور رحمت ہے تو طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے آیا کہ بچے کو بعد ولادت قدرت کے حوادث کا شکار ہونے کو چھوڑ دیا جائے (مثلاً ماں کی بے احتیاطی، چھاتیوں کو صاف نہ کرنا یا کسی دوسرے بچے کا غلیظ انگلی اُس کے مُنہ میں ڈال دینا، یا کسی ماخورہ کے شکار کا اُس کا مُنہ چُوم لینا، یا بچہ ہی جب رینگنا شروع کرتا ہے تو اکثر وہ فرش پر سے تھوک وغیرہ سے انگلی تر کر کے مُنہ میں ڈال لیتا ہے اور بعض غلیظ جُوتی کو مُنہ میں ڈال لیتے ہیں) یا خود اُس کے لئے ولادت کے فوراً بعد ہی قبل اِس کے کہ دوسرے ذرائع سے مضر جراثیم مُنہ میں داخل ہو جائیں ہم کوئی مفید کلچر جراثیم کا تیار کر کے اُس کے مُنہ میں ڈال دیں جو کہ اعلیٰ کلچر تیار کر کے جسم پر قبضہ کر لے۔ ظاہر ہے کہ دوسرا طریق زیادہ دانشمندانہ اور مفید ہے۔

اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ ولادت کے بعد جلدی ہی بچے کے مُنہ میں کوئی شے ڈالنی ضروری ہے جس کو پنجابی میں گھٹی کہتے ہیں۔ میرے نزدیک گھٹی کی ضرورت اتنی بطور غذا کے نہیں ہے جتنی کہ اُس کی اہمیت بطور مفید جراثیم کی کلچر کے ہے۔ (کیونکہ بچے کو آنول سے اتنا خون ماں کے رحم سے الگ ہوتے ہی مل جاتا ہے جو اُس کو ۲، ۳ دن تک بغیر خوراک کے زندہ رکھ سکے۔) ہمارے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملک میں بالعموم گُڑ یا شہد کے پانی میں تھوڑا سا کسٹرائل ملا کر ململ کی بتی سے گھٹی دیتے ہیں۔ عربی زبان میں اس کو تحنیک کہتے ہیں۔ یعنی کسی شے کو بابرکت کرنا اور پاک کرنا اور بڑھانا اور اس کا مسنون طریق جو احادیث سے ثابت ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلعم ایسے مواقع پر اپنے دہن مبارک میں نرم کھجور چبا کر اُس کا لعاب نوزائیدہ بچے کو چٹاتے تھے اور اس طریق کی نقل میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ کسی بزرگ کے ہاتھوں گھٹی دلائی جائے۔ مگر افسوس ہے کہ اس مفید اور بابرکت اُسوۂ حسنۂ نبویؐ سے پورا فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا (النادر کالمعدوم) جو یہ ہے کہ کسی سچے مسلمان کے (جس سے میری مراد وہ مسلمان ہے جو کہ باقاعدہ مسواک یا بُرش بھی کرتا ہو نہ کہ پائی اور ریا کا مارا ہوا اسمی مسلمان) مُنہ کا لعاب بچے کے مُنہ میں ڈال کر اُس کے معدہ کو پاک کیا جائے۔ یعنی مفید جراثیم کی کلچر اندر داخل کی جائے جو ہاضمہ کے فعل کو جاری کرے۔

بادی النظر میں یہ طریق قابلِ اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی مغربی تہذیب کا دلدادہ یہ سُن لے تو شاید اُس کو سکتہ ہو جائے۔ مگر جب اس حقیقت کو مدنظر رکھا جائے کہ بہرحال بچے کے اندر جراثیم داخل ہونے ہیں۔ اگر تم خود مفید کلچر تیار نہ کرو گے تو مضر اور مفید ملے جلے جراثیم مُنہ میں داخل ہو کر اپنا کام شروع کر دیں گے۔ پس یہ بہتر ہے کہ مسنون طریق تحنیک کا اختیار کر کے جسمانی اور روحانی دونوں فوائد حاصل کئے جائیں۔ یہ بچے کی جسمانی صفائی کی ابتداء ہے جس میں کسی مذہب نے بھی اپنے متبعین کی راہنمائی نہیں کی۔ سوائے مسلمانوں کے رسول پاک صلعم کے جنہوں نے ایسا پُرحکمت طریق مُنہ کی صفائی کا دُنیا کو سکھلایا۔ یہ مسلمانوں کے رسولؐ کی پہلی فتح ہے۔

(۲) نوزائیدہ کا سر مونڈنا (جھنڈ)

تحنیک اور غُسل کے بعد سر کی صفائی کا سوال ہے۔ جب اس حقیقت کو مدنظر رکھا جائے کہ جنین کا سر رحم مادر میں کئی مہینوں تک ایک ایسے سیالی مادہ میں ڈوبا ہوتا ہے جس میں کئی قسم کے گند اور بچے کی غلیظ رطوبتیں پڑی رہتی ہیں۔ تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ بچے کے لمبے لمبے گھنے سر کے بالوں کی مکمل صفائی محض زیتون کا تیل لگا دینے اور صابن سے غسل دینے سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بالوں کی جڑوں میں سے مَیل اس طرح بھی دُور نہیں ہو سکتی۔ پس ضروری ہے کہ بچے کا سر مونڈا جائے۔ اس طرح نہ صرف سر پوری طرح صاف ہو جائے گا بلکہ اُسترے کی رگڑ کا بالوں کی آئندہ نشوونما پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔ سر مونڈنے کے بعد ضروری ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سر پر کوئی ایسی دوائی مل دی جائے جو جراثیم کُش ہو اور حرارت غریزی کو بڑھانے والی بھی ہو۔ تا کہ اگر کوئی کٹ لگ گیا ہو تو وہ پک نہ جائے۔ اور بال لینے کے بعد چونکہ سر کو سردی لگ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے بھی سر کو گرم رکھنے والی دوائی کی ضرورت ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں آؤ اب دیکھیں کہ کس مذہب نے اپنے پیروؤں کو نو زائیدہ بچوں کا سر مونڈنے کا حکم دیا ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے سوائے اسلام کے کسی نے بھی اس کو مذہب کا جُزو قرار نہیں دیا۔ چنانچہ مسلمانوں کا یہ مسنون طریق ہے کہ وہ اپنے بچوں کا ساتویں دن (یا اگر کوئی موانع ہوں تو ۱۴ یا ۲۱ دن کے بعد) سر مونڈ کر زعفران کا پانی لگاتے ہیں جو کہ نہایت ہی ضروری اور پُر حکمت طریق ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ سات دن کی شرط کیوں رکھی ہے؟ کیوں نہ پہلے دن ہی صفائی کر دی جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو بچے کو پیدائش کا ہی اتنا صدمہ (SHOCK) پہنچا ہوتا ہے کہ اس کو چند دن تک پوری ہوش نہیں ہوتی۔ دوسرے۔ ضروری ہے کہ اُس کی جلد اس حد تک مضبوط ہو جائے جو اُسترے کی رگڑ کو برداشت کر سکے۔ (ورنہ کٹ لگ جانے کا اندیشہ رہے گا) بچے کی جسمانی صفائی کا یہ دوسرا سنہری اصل ہے جو مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے۔ اور یہ مسلمانوں کے رسول صلعم کی دوسری فتح ہے۔

---

(۳) ختنہ مُنہ اور سر کے بعد عضو مخصوص کی صفائی کا سوال ہے۔ جس کیلئے ضروری ہے کہ لڑکوں کا ختنہ جتنی جلدی ہو سکے کرا دیا جائے۔ ختنہ کی ضرورت اور اُس کے فوائد کے متعلق کچھ لکھنا اب تو تحصیلِ حاصل سا ہو رہا ہے۔ یورپ میں بھی اس کا رواج عام ہو گیا ہے۔ چنانچہ انگلستان کے بعض پرائمری سکولوں میں بچوں کو داخل نہیں کرتے جب تک بچے کا ختنہ نہ کیا ہوا ہو۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا والے ہر ایڈیشن میں اس کے متعلق تعریفی نوٹ لکھتے ہیں۔ اور بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں کہ:-

"واقعی کسی نہایت ہی عقلمند اور دُور اندیش قانون ساز نے یہ مفید حکم دیا ہے جس کو جاری کرنا ایک اہم قومی ضرورت ہے۔"

ختنہ کو سُنّتِ ابراہیمی کہا جاتا ہے۔ اس کا رواج مذہبی طور پر صرف مسلمانوں اور یہود میں پایا جاتا ہے۔ افریقہ کے بعض حبشی قبائل بھی ختنہ کرواتے ہیں۔ مگر اس کی بنیاد زیادہ تر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قدیم قبائلی رسوم اور رواج پر معلوم ہوتی ہے۔ ہندوستان میں غیر مسلموں میں ابھی اس کا رواج عام نہیں ہؤا۔ بلکہ بہت حد تک اس کے خلاف عنصر پایا جاتا ہے۔ اس لئے مَیں نے ضروری سمجھا کہ اختصار کے ساتھ ختنہ کے فوائد لکھ دیئے جائیں۔

قدرت نے انسان کو بعض ایسے قدرتی غلاف دیئے ہیں۔ جن کی ضرورت رحم مادہ میں ہے اور بعض کی صرف اُس وقت اور اُس حد تک ہے جب تک کہ انسان تمدن اختیار نہ کرے۔ تمدن اختیار کر لینے کے بعد چونکہ انسان ان قدرتی غلافوں کی جگہ مصنوعی غلاف۔ لباس وغیرہ استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے اس لئے قدرتی غلاف کی ضرورت نہیں رہتی۔ (اس اصل کی تفصیل بالوں کی فلاسفی میں آگے آئے گی۔) غلفہ (یعنی عضو مخصوص کا قدرتی غلاف) بھی ان غلافوں میں سے ہے جس کی ضرورت بعد ولادت انسان کو نہیں رہتی۔ کیونکہ بچوں میں اس کی وجہ سے کئی امراض پیدا ہوتی ہیں اس لئے اس کا کاٹ دینا ضروری ہے۔ ختنہ کے بغیر عضو کی صفائی قریباً محال ہے (خصوصاً جن بچوں کا غلفہ بہت تنگ ہو اور آسانی سے پیچھے نہ ہٹ سکتا ہو) چنانچہ مَیل وغیرہ جمع ہو کر کھُجلی ہوتی رہتی ہے۔ جس سے بچے کی توجہ اِس طرف ہو کر جلق وغیرہ کی عادت پیدا ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ بعض دفعہ غلفہ پیچھے ہٹ کر پھر واپس نہیں آسکتا۔ جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور کئی دفعہ اپریشن تک نوبت آجاتی ہے۔ اِس کے علاوہ ہر وقت عضو میں مَیل جذب ہونے کی وجہ سے اور متعفن مادوں کے خون میں داخل ہوتے رہنے کی وجہ سے بعض بچوں کی عام صحت خراب رہتی ہے جس کا علاج صرف ختنہ ہے۔ چنانچہ قادیان میں ایک مشہور ہندو گھرانہ ہے اُن کے لڑکے بچپن میں فوت ہو جاتے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو کہ مشہور طبیب بھی تھے مشورہ لیا۔ تو حضورؑ نے فرمایا ختنہ کرا دو۔ چنانچہ اس کے بعد اُن کے بچوں کی صحت درست ہونی شروع ہو گئی اور اب وہ باوجود ہندو ہونے کے باقاعدہ سب بچوں کا ختنہ کرواتے ہیں۔

ختنہ نہ کروانے کے نقصان کے علاوہ ختنہ کروانے کے فوائد بھی ہیں۔ مثلاً صفائی جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے مختون بچوں کی ہی اچھی طرح ہو سکتی ہے۔ امراض خبیثہ اور عضو کا سرطان (CANCER) مختون قوموں میں نسبتاً بہت کم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ختنہ قوتِ امساک[1] کو بھی بڑھاتا ہے

[1] قوتِ امساک صرف عیاشی کا ذریعہ نہیں بلکہ اس کا ایک حد تک موجود ہونا مردانہ جوہر ہے اور قرار حمل کے لئے نہایت ضروری بھی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیولاک ایلس اپنی مشہور کتاب سائیکالوجی آف سیکس (SEX) میں لکھتے ہیں کہ یورپ میں جب کوئی عیسائی دوست (غیر مختون) کسی عورت کی تسلی نہ کر سکے تو وہ یہودی (مختون) دوست کو بلاتی ہے اور یہ فرق صرف ختنہ کی وجہ سے ہے۔ ہندوستان میں بھی ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ کہ بعض غیر مسلم آوارہ عورتیں مسلمان اوباشوں کو ترجیح دیتی ہیں۔ جس کی ایک وجہ ختنہ بھی ہے ممکن ہے گوشت خوری کا بھی اِس میں کچھ دخل ہو۔ غیر مسلم لیڈر جو آئے دن مسلمانوں کو کوستے رہتے ہیں اُن کو چاہئے کہ اپنی قوم میں ختنہ اور گوشت خوری کو جاری کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ کتنی جلدی اغوا کی واردانوں میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس طرح نہ صرف ان کی اولادوں کو اولاد حاصل ہو گی بلکہ بچوں کی صحت بھی بہتر ہو جائے گی اور ان میں صفائی کا احساس بھی بڑھ جائے گا۔

ختنہ سات دن تک ملتوی کرنے میں حکمت

اگر یہ سوال ہو کہ ایسا مفید اپریشن سات دن تک کیوں ملتوی کیا جائے۔ کیوں نہ پیدائش کے جلد ہی بعد ختنہ کر دیا جائے ؛ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعتِ اسلام نے کسی حکمت کی بناء پر ہی اس کو سات دن تک ملتوی کیا ہے۔ مگر آج کل یورپین ڈاکٹروں کو ختنہ کا ایسا جنون سا ہو رہا ہے کہ بعض تو ولادت کے ساتھ ہی ختنہ کر دیتے ہیں۔ اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ایک احمدی ڈاکٹر بھی محض مغرب کی تقلید میں (نہ کسی فقہ کی سند کی بناء پر) اپنے بچوں کا سات دن سے قبل ہی ختنہ کر دیتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ طریق نہ صرف خلافِ سُنّتِ نبوی صلعم ہے بلکہ خطرناک اور مضر صحت بھی ہے کیونکہ:۔

اوّل:۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے بچے کو ولادت کا کافی صدمہ (شاک) پہنچا ہوتا ہے۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا اثر ختنہ سے قبل پوری طرح دُور ہو چکا ہو۔ دوسرے ماں خود بستر پر پڑی ہوتی ہے اور اُس کے لئے آٹھ دس دن تک زیادہ اُٹھنا یا بار بار رات کو جاگنا مضر ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ کم سے کم سات دن تک اپریشن ملتوی کیا جائے۔ اور تیسرے سب سے بڑھ کر اہم طبی دلیل سات دن تک ختنہ کو ملتوی کرنے کی یہ ہے کہ اِس طرح جریانِ خون کا اندیشہ بھی بہت کم ہو جاتا ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ بچے کے خون میں پہلے ۵-۴ دن تک خون کو جمانے والے دانے (PLATELETTS) بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر اِن دنوں میں بچے کو کوئی زخم آ جائے تو خون جلدی بند نہیں ہوتا۔ ۶، ۷ دن تک یہ دانے کافی مقدار میں پیدا ہو جاتے ہیں اور جریانِ خون کو روکنے کی طاقت جسم میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کافی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ختنہ سات دن سے قبل ہرگز نہ کیا جائے۔

بچوں کی جسمانی صفائی کا یہ تیسرا طبعی اور فطری طریق ہے جو کہ مسلمانوں کو مذہبی طور پر سکھایا گیا ہے۔ اور یہ مسلمانوں کے رسول اکرم کی تیسری فتح ہے۔ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۲۔ عام جسمانی اور ذاتی صفائی

جاری پانی کا اصل عام جسمانی صفائی میں پانی کا استعمال سب سے اہم ہے۔ یعنی مُنہ ہاتھ دھونا، آنکھ ناک کان کی صفائی، طہارت، غسل وغیرہ ہیں۔ مگر یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ صفائی کے طریق میں خصوصاً مشرق اور مغرب کے لوگوں میں بہت اختلاف ہے۔ تفصیلات کو الگ کر کے مثلاً ایک نمایاں اصولی فرق یہ ہے کہ مشرقی لوگ جاری پانی یعنی لوٹے یا گڈوی سے وضو اور غسل وغیرہ پسند کرتے ہیں اور مغربی لوگ (جن میں مغرب زدہ ایشیائی بھی شامل ہیں) بند پانی یعنی ٹب یا واش بیسن میں غسل کرتے اور مُنہ ہاتھ دھوتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ بند پانی یعنی ٹب یا واش بیسن کا مستعملہ پانی ہرگز پوری صفائی نہیں کر سکتا کیونکہ اس طرح میلا پانی بار بار مُنہ اور جسم پر ڈالا جاتا ہے۔ جس سے ہر پاکیزگی اور طہارت کے خواہشمند کو طبعاً نفرت ہونی چاہئے۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے بعض ہندوستانی نوجوان ہر بات میں یورپین لوگوں کی اندھی تقلید شروع کر دیتے ہیں۔ خواہ وہ بات خلافِ عقل یا صفائی کے اصول کے خلاف ہی ہو۔

(نوٹ):۔ جاری پانی کی فضیلت بند پانی پر اس طرح سے بھی ثابت ہے کہ اپریشن سے قبل سرجن ہمیشہ جاری پانی سے ہاتھ صاف کرتے ہیں جو کہ زیادہ محفوظ طریق ہے۔

وضو کے فوائد انسان کے جسم کو دو قسم کے گند ہر وقت لگتے رہتے ہیں۔ ایک بیرونی گرد و غبار اور دوسرے اندرونی رطوبتوں کی میل پسینہ وغیرہ۔ اسلئے ضروری ہے کہ جسم کو بار بار پانی سے دھویا جائے تاکہ مساموں کا مُنہ کھُلا رہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ سارے جسم کو سوائے دن میں دو ایک بار کے دھونا مشکل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وضو کیا جائے جو غسل کا ایک حد تک قائم مقام ہے۔ کیونکہ اس میں جسم کے ان تمام حصّوں کو دن میں کئی بار دھویا جا سکتا ہے جو بالعموم ننگے رہتے ہیں اور بیرونی گرد و غبار کا اثر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زیادہ لیتے ہیں۔ یعنی ہاتھ، چہرہ، بازو اور پاؤں۔ اِس طرح پانی بھی کم خرچ ہوگا وقت بھی زیادہ صرف نہ ہوگا اور کپڑے اُتارنے کی تکلیف بھی بار بار نہ کرنی پڑے گی۔ اور اصل مقصود یعنی صفائی بھی حاصل ہو جائے گی۔ یوں تو تمام مہذب ممالک کے لوگ مُنہ ہاتھ دھوتے ہی ہیں اور سوائے جاری اور بند پانی کے اصل میں اختلاف کے جو اُوپر بیان ہُوا ہے مشرق اور مغرب اس بارے میں متفق ہیں مگر وضو کو مذہب کا حصہ اور ضروری جزو صرف اسلام نے ہی رکھا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ہر نماز سے قبل یعنی دن میں پانچ بار وضو کیا جائے۔ یعنی ہاتھ، مُنہ اور پاؤں کو دھویا جائے۔ (سوائے ان مستثنیات کے جن کی تفصیل فقہ میں موجود ہے) وضو کا حکم بالعموم اور اُس کی تفصیلات بالخصوص نہایت ہی لطیف اور پُر حکمت اصولوں اور جسمانی اور روحانی فوائد پر مبنی ہے۔ جیسا کہ ذیل کی تشریح سے واضح ہوگا۔ مگر اِس وقت مَیں صرف اس کے جسمانی فوائد بیان کروں گا۔

وضو کا ایک موٹا اصولی فائدہ تو اُوپر لکھا جا چکا ہے کہ یہ غسل کا قائم مقام ہے۔ کیونکہ اِس طرح جسم کے اُن تمام حصوں کو بار بار دھویا جا سکتا ہے جو بالعموم ننگے رکھے جاتے اور گرد و غبار کا اثر زیادہ لیتے ہیں۔ وضو کی نہ صرف ترکیب بلکہ اُس کی ترتیب بھی طبعی اور پُر حکمت ہے۔

پُر حکمت ترتیب

وضو میں اِس ترتیب سے جسم کو صاف کیا جاتا ہے۔ اوّل ہاتھ دھونا، پھر کُلی کرنا (جس میں دانتوں کی صفائی کے لئے مسواک بھی شامل ہے مگر اِس کا ذکر الگ ہوگا) ناک صاف کرنا، چہرہ دھونا، آنکھوں کو صاف کرنا، ہاتھ کُہنیوں تک دھونا اور سر کا مسح کرنا، کانوں کو صاف کرنا اور آخر میں پاؤں ٹخنوں تک دھو کر پھر ہاتھوں پر پانی ڈالنا۔ اِس پر ادنے تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ ترتیب کیسی پُر حکمت ہے۔ سب سے پہلے طبعی طور پر ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے کہ کوئی عقلمند انسان بغیر ہاتھ صاف کئے مُنہ میں پانی نہیں ڈالتا۔ اس کے بعد پہلے کُلی کو رکھا ہے اور ناک کی صفائی بعد میں جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ناک صاف کر کے کُلی کی جاتی تو ناک کی غلاظت مُنہ میں جانے کا اندیشہ رہتا تھا۔ چہرے کی صفائی اس کے بعد رکھی ہے۔ کیونکہ ناک اور مُنہ کی صفائی میں چہرے پر چھینٹے پڑتے رہتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس کو بعد میں رکھا جائے۔ ورنہ اگر چہرہ پہلے صاف کر کے پھر ناک صاف کیا جائے تو چہرہ کو دوبارہ دھونا پڑتا ہے۔ اِس کے بعد بازوؤں کو لیا ہے۔ اِس کی وجہ بھی یہ ہے کہ مُنہ کی صفائی کے دَوران میں بازوؤں پر مَیلا پانی گرتا رہتا ہے۔ اسلئے ضروری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے کہ چہرہ کی صفائی کے بعد بازو دھوئے جائیں۔ اِس کے بعد سر کا مسح رکھا ہے اور سب سے آخر میں پاؤں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس صفائی کے دَوران میں پاؤں پر کثرت سے مَیلے چھینٹے پڑتے رہتے ہیں۔ اِس لئے ضروری تھا کہ سب سے آخر میں پاؤں کو دھویا جاتا۔ اور اُٹھتے وقت دوبارہ ہاتھوں کو دھویا جاتا ہے تاکہ پاؤں دھوتے وقت جو مَیل لگ گئی تھی وہ بھی ہاتھوں سے دُور ہو جائے۔

وضو کا صرف یہ موٹا فائدہ ہی نہیں کہ اس سے جسمانی صفائی حاصل ہوتی ہے بلکہ اس میں اور بھی باریک فوائد ہیں۔ اِس سے جسم میں چُستی پیدا ہو جاتی ہے۔ تکان اور کسل دُور ہو کر نشاط کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ خیالات میں سکون پیدا ہو کر اطمینان حاصل ہوتا اور توجہ کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ کام کاج کے دَوران میں اعصابی رَو جسم سے نکل کر خیالات پریشان ہو جاتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ نماز سے قبل (جس میں کامل سکون اور اجتماعِ توجہ کی ضرورت ہے) خیالات کی اس رَو کو بند کیا جائے۔ تجربہ سے معلوم ہؤا ہے کہ خیالات کی رَو زیادہ تر چہرہ اور ہاتھوں کے راستے منتشر ہوتی ہے۔ اور اُس کو روکنے کا ذریعہ پانی سے چہرہ اور مُنہ کو تر کرنا ہے۔ مسمریزم والے بھی عمل کے بعد چہرہ اور ہاتھوں پر پانی ملتے ہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو خیالات کی رَو جاری رہنے کی وجہ سے سخت اعصابی ضُعف ہو جاتا ہے۔ پس سکون کی حالت پیدا کرنے کے لئے نماز سے قبل اور یوں بھی ہر وقت باوضو رہنا ضروری ہے۔ وضو کی تفصیلات بھی بہت پُرحکمت اور مفید ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کُلی کرنا

کُلی کرنا یعنی مُنہ میں پانی لے کر اُنگلی مسوڑوں پر ملنا بہت مفید ہے۔ اس سے عام صفائی کے علاوہ مسوڑوں کی مالش ہو جاتی ہے اور اگر ماسخورہ وغیرہ کی وجہ سے کوئی رطوبت یا پیپ مسُوڑوں میں ہو تو وہ نکل جاتی ہے اور مسُوڑے مضبوط ہو جاتے ہیں۔

ناک صاف کرنے کا طبعی طریق

ناک میں پانی ڈالنا نہ صرف ناک کی عام صفائی کے لئے ضروری ہے بلکہ اس میں اور بھی فوائد ہیں۔ ناک کے اندر قدرت نے موٹے بال رکھے ہیں جو چھلنی کا کام دیتے ہیں۔ یعنی سانس کی ہوا میں جو گرد و غبار ہوتی ہے اس کو یہ روک لیتے ہیں۔ اِس لئے ضروری ہے کہ دن میں چار پانچ دفعہ اس چھلنی کو پانی سے دھویا جائے تا اس کا مُنہ کُھلا رہے۔ ناک صاف کرنا بظاہر کوئی مشکل کام نہیں۔ لیکن اس میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بے احتیاطی میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ عام طور پر لوگ دونوں نتھنوں کو اکٹھے صاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بالکل غیر طبعی اور پُر خطر طریق ہے۔ طبعی طریق یہ ہے کہ دونوں نتھنوں کو الگ الگ صاف کیا جائے اِس کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں نتھنوں کو اکٹھا صاف کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جو ناس بند ہو اس کی رطوبت بجائے باہر کو آنے کے اندر حلق کے راستے کانوں میں چلی جاتی ہے جس سے کان کے پردہ میں سوزش ہوجاتی ہے اور بعض دفعہ پردہ پھٹ کر انسان لمبے عرصہ کے لئے بہرہ ہوجاتا ہے۔ پس چاہئے کہ وضو کرتے وقت مسنون طریق پر نتھنوں کو الگ الگ صاف کیا جائے جو کہ نہایت ہی پُر حکمت اور طبعی طریق ہے۔

آنکھ کی صفائی

آنکھوں کا دھونا کوئی مشکل کام نہیں۔ سب ہی جانتے ہیں۔ مگر اس کا بھی ایک طبعی اور سائنٹیفک طریق ہے جو اختیار کرنا مفید ہے اور وہ یہ ہے کہ آنکھ کو گیلی اُنگلی سے صاف کرتے وقت باہر سے اندر کی طرف حرکت دی جائے لوگ بالعموم اندھا دھند آنکھوں کو زور سے ملنا شروع کر دیتے ہیں (خصوصاً جب کوئی چیز آنکھ میں پڑ جائے) اور باہر سے اندر، اندر سے باہر دونوں طرف حرکت دیتے جاتے ہیں جو کہ مضر طریق ہے۔ قدرت نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ آنکھ کی صفائی غیر مرئی آنسوؤں کی لہر سے خود بخود ہوتی رہتی ہے جس کا رُخ باہر (کانوں) سے اندر (ناک) کی طرف ہوتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ آنکھ صاف کرتے وقت قدرت کے طریق کی اتباع کی جائے۔ میرا خیال ہے کہ مسنون طریق بھی یہی ہوگا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے سچے جانشین کا یہی طریق ہے۔ (واللہ اعلم)

سر کا مسح اور کانوں کی صفائی کا پُر حکمت طریق!!

سر کا مسح کرتے وقت پہلے آگے سے پیچھے گیلے ہاتھوں کو لے جاتے ہیں۔ پھر پیچھے سے آگے کو واپس آتے ہیں اور ساتھ ہی گردن پر بھی پانی پھیر لیا جاتا ہے۔ اِس میں حکمت یہ ہے کہ سر کے بالوں کا رُخ دو طرف ہے۔ آگے کو اور پیچھے کو۔ اور جب تک بالوں کے رُخ کی مخالف سمت کو ہاتھ نہ پھیرا جائے اُن کی جڑوں میں نمی نہیں جا سکتی۔ اور پُوری طرح خلال نہیں ہوسکتا۔ اِسی واسطے حکم ہے کہ پہلے پیچھے کو ہاتھ پھیرو، اِس طرح سامنے کے بالوں کا خلال ہوجاتا ہے۔ پھر واپس گردن سے ماتھے کی طرف ہاتھ پھیرنے سے پیچھے کے بالوں کا خلال ہوجاتا ہے۔

گردن پر گیلا ہاتھ پھیرنے کے بعد کانوں کی پچھلی طرف انگلیوں کو پھیرا جاتا ہے اور ساتھ ہی کان کی بیرونی اور اندرونی سطح کو صاف کر کے کان کے اندر شہادت کی اُنگلی کو داخل کیا جاتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ یہ سب عمل محض زوائد جان کر لوگ بالعموم جلدی میں وضو ختم کر دیتے ہیں۔ مگر باریک نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زوائد نہیں بلکہ وضو کا نہایت ہی مفید، پُر حکمت اور ضروری حصہ ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ان کی حکمت اور فوائد کو مدنظر رکھ کر پُوری توجہ اور شوق سے اس حصہ کو ذرا تکلف سے بجا لایا جائے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بَیرونی کان کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ اس کی سطح ہموار نہیں ہے۔ بلکہ اس میں کئی نشیب و فراز رکھے گئے ہیں۔ جس کی حکمت یہ ہے کہ کان بَیرونی آواز کی لہروں کو اکٹھا کر کے پردے کی طرف بخوبی پہنچا سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گرد و غبار کان کے اندر، باہر اور نیچے جمع ہوتا رہتا ہے پس ضروری ہے کہ کان کو اچھی طرح صاف کیا جائے۔

پھر کان کے پیچھے ذرا تکلف سے اُنگلی پھیرنا جسمانی صفائی کے لئے اس واسطے ضروری ہے کہ اس جگہ مَیل زیادہ جمع ہو جاتی ہے مگر انسان اس کو دھونا بھُول جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ایک باریک حکمت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس مقام پر سے ایک نہایت ہی اہم عصب گزرتا ہے جو کہ تمام چہرہ کے عضلات کو کنٹرول کرتا ہے۔ اور اس عصب کو اگر سردی لگ جائے یا کوئی زہریلی رطوبت وغیرہ اس کے غلاف میں جمع ہو جائے تو انسان کو لقوہ ہو جاتا ہے۔ وضو کرتے وقت کان کے پیچھے گیلی اُنگلی پھیرنے سے اس عصب کی دن میں پانچ بار مالش ہو جاتی ہے۔ جس سے اس کی ٹون (TONE) ٹھیک رہتی ہے اور سوزش وغیرہ کا احتمال کم ہو جاتا ہے۔

کان میں اُنگلی ڈالنے کی باریک حکمت

سب سے آخر کان میں اُنگلی ڈالی جاتی ہے۔ یہ بھی بظاہر معمولی صفائی کے لئے ہوتا ہے۔ مگر اس میں بھی عام صفائی کے علاوہ ایک باریک حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ اس طرح کان میں اُنگلی ڈالنے سے کان کے پردہ کی مالش ہو جاتی ہے۔ جو کہ پردے کو صحت پر رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کان کے سوراخ میں شہادت کی اُنگلی ایسے طور پر فٹ آتی ہے کہ اُس کا مُنہ مکمل طور پر بند ہو کر اندر ہوا کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ جس سے پردہ اندر کو دب جاتا ہے۔ پھر یک دم اُنگلی نکال لینے سے اندر کی ہوا باہر زور سے نکلتی ہے جس سے پردہ پھر باہر اُبھر آتا ہے۔ اور یہ اس پردہ کی مالش ہے جو کہ بعض امراض کان یعنی (OTO-SCLERosis) وغیرہ کے لئے جو عموماً بڑھاپے میں پیدا ہوتی ہیں بجلی کے ذریعہ بھی کی جاتی ہے یعنی (OTO-MASSAGE)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر شروع سے ہی اور دن میں پانچ بار اِس پردہ کی مالش وضو کے ذریعے ہوتی رہے تو یہ امراض پیدا ہی نہ ہوں۔ مگر کان میں یہ کیفیت پیدا کرنے کے لئے ذرا تکلّف سے یہ عمل کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ رسمی طور پر کان میں اُنگلی پھیرنے سے پُورا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر احتیاط سے پُوری طرح انگلی کان کے سوراخ میں ڈال کر یک دم باہر نکالی جائے تو ہوا کے باہر نکلنے کا اثر پردہ پر نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے اور پردے پر ہلکی سی ضرب لگتی ہے جو مفید ہے۔ مجھے اُمید ہے آئندہ ہمارے بھائی وضو کرتے وقت کان کی صفائی ایسی باریک حکمت کو مدّنظر رکھ کر پُوری شرائط کے ساتھ وضو کیا کریں گے۔ تاکہ اِس پُر حکمت مسنون طریق سے پُورا جسمانی فائدہ اُٹھایا جا سکے۔ اور دل سے اُس پاک وجود کے لئے دُعا اور درُود نکلے جس نے ہم کو یہ نہایت ہی مفید طریق سکھلائے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

پاؤں بار بار دھونے کی ضرورت

بُوٹ اور جرابوں کے باقاعدہ استعمال کے زمانہ میں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب پاؤں اس طرح گرد و غبار سے محفوظ رہتے ہیں تو اُن کو بار بار دھونے کی کیا ضرورت ہے؟۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے جرابوں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے اور اِس کی حد مقیم کے لئے ۲۴ گھنٹے اور مسافر کے لئے ۳ دن بطور خاص رعایت رکھی ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ باوجود جرابوں کے استعمال کے پاؤں کو کم سے کم دن میں ایک دفعہ ضرور دھویا جائے کیونکہ اوّل تو جراب (سوائے چمڑے کے موزوں کے) مٹّی کو اندر جانے سے روک نہیں سکتی۔ پھر بیرونی گرد و غبار کے علاوہ جسم کی اپنی مَیل بھی ہے جو دُور کرنی ضروری ہوتی ہے۔ پاؤں میں خصوصاً انگلیوں کے درمیان پسینہ بھی زیادہ آتا ہے۔ جس کی وجہ سے کئی جلدی امراض پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ فوجی سپاہیوں میں جن کو بھاری بُوٹ اور موٹی گرم جرابیں پہن کر مارچ کرنا پڑتا اور کئی کئی دن جرابیں اُتارنے اور پاؤں دھونے کا موقع بعض دفعہ نہیں ملتا۔ اُن میں ایک مرض EPIDERMOPHYTOSIS جو کہ انگلیوں کے درمیانی نرم حصّہ میں شروع ہوتا ہے بہت عام ہو رہا ہے۔

وضو کرتے وقت خاص طور پر انگلیوں کا خلال کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ تاکہ اس نرم اور کمزور حصّہ سے مَیل بخوبی دُور ہو سکے۔ اِس کے علاوہ یہ بھی شریعت نے پسند کیا ہے کہ رات کو سونے سے قبل ضرور پاؤں کو دھو لیا جائے۔ یعنی اگر وضو ہو یا جرابوں پر مسح ہو سکتا ہو تو بھی مستحب ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ عشاء کی نماز کا وضو ضرور کر لیا جائے اور جرابوں کو اُتار کر پاؤں کو دھو لیا جائے۔ اس میں بھی صفائی کے علاوہ ایک حکمت یہ ہے کہ سونے سے قبل خیالات کا انتشار بند ہو کر سکون کی حالت پیدا ہو اور نیند جلد آ جائے۔ یورپین لوگ سونے سے قبل پُورا غسل کرتے ہیں جو صفائی کے لحاظ سے بہتر مگر عوام کے لئے تکلیف مالایطاق ہے۔ اس لئے اسلامی شریعت نے جو عالمگیر وسعت والی ہے وضو کو کافی جانا ہے

غسل کرنے کا طبعی طریق

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے غسل کے لئے بھی جاری پانی (لوٹا، گڈوی، نلکا، فوارہ وغیرہ) کا استعمال بند پانی (ٹب، باتھ) سے افضل اور پاکیزہ طریق ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ مغربی باتھ کا طریق کس قدر گھنونا ہے۔ اوّل تو یہ لوگ (یہ صفائی، علم و حکمت اور تہذیب کے اجارہ دار جو افریقہ اور جزائر میں نئی روشنی پھیلانے کے لئے مضطرب رہتے ہیں) اجابت کے بعد طہارت نہیں کرتے۔ پھر غسل بھی بند پانی میں کرتے ہیں اور وہی گندہ مستعمل پانی بار بار سر پر ڈالتے ہیں۔ اور لُطف یہ ہے کہ آخر میں جسم پر صاف پانی بھی کھڑے ہو کر نہیں بہاتے۔ اس طرح پاخانہ کے باریک ذرّات ٹب کے پانی میں مل کر مُنہ میں جا سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی کئی قسم کی امراض مثلاً ہیضہ، ٹائیفائیڈ، پیچش، اسہال کے جرم اور پیٹ کے کیڑے کدو دانے چھوٹے وغیرہ کے انڈے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً اُن لوگوں میں جو ان امراض کے کیریئر (CARRIER) ہوں یعنی جن کے پاخانہ کے ساتھ یہ جراثیم باہر آتے ہوں عورت کے لئے تو یہ طریق خصوصیت سے خطرناک ہے۔ کیونکہ اس طرح پاخانہ کی آلائش جس میں بی کولائی (B. COLi) ہوتا ہے قُبل اور فرج میں داخل ہو کر کئی امراض لگ سکتے ہیں۔ (طہارت کر کے دوائی والے پانی میں بطور علاج کے ٹب باتھ لینا مضر نہیں ہے)

غسل کرنے کا بھی طبعی طریق یہ ہے کہ پہلے طہارت کی جائے (اگر ضرورت ہو تو) پھر ہاتھ صاف کر کے پُورا وضو کیا جائے۔ پھر سر پر پانی ڈال کر باقی جسم کو دھویا جائے۔ اور ہمیشہ پہلے دائیں طرف سے شروع کیا جائے۔ اگر پانی سرد ہو یا موسم سرد ہو تو جسم کو پانی ڈال کر خوب زور سے ملنا چاہیئے۔ تاکہ حرارتِ غریزی بڑھے۔ ساتھ ہی بالوں اور انگلیوں کا خلال بھی ضروری ہے تاکہ جسم کے سب مسام بخوبی تر ہو جائیں۔ اور کوئی حصہ جسم کا خشک نہ رہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غسل جنابت اور حیض

یہ بھی عام غسل کی طرح ہی ہے۔ سوائے اِس کے کہ تین دفعہ پانی سر پر ڈالا جاتا ہے۔ جیسا کہ وضو کے ذکر میں لکھا گیا ہے۔ خیالات کی رَو جو جسم میں سے نکلتی ہے اُس کو روکنے کے لئے پانی کا استعمال ضروری ہے اِسی اصل کی بناء پر جنابت کے بعد غسل بھی ضروری ہے۔ ورنہ خیالات کی رَو اگر بند نہ کی جائے تو کمزوری زیادہ ہو جاتی ہے۔ اِس لحاظ سے بہتر ہے کہ اگرچہ غسل کو صبح تک ملتوی کرنا جائز ہے مگر تقویٰ کا مقام یہی ہے اور طب کی رو سے بھی مناسب یہی ہے کہ غسل سونے سے قبل ہی کر لیا جائے۔

غسل حیض کا بھی یہی طریق ہے۔ مگر اس میں ضروری ہے کہ کستوری کے پانی سے "اندام" کو صاف کیا جائے۔ یہ مسنون طریق نہایت ہی مفید اور پُر حکمت ہے۔ مگر افسوس کہ ہماری عورتوں کی توجہ اِس طرف قطعاً نہیں ہے۔ خوشبو کے علاوہ کستوری جراثیم کُش بھی ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ اِس پُر حکمت طریق کی خلاف ورزی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آج کل عورتوں میں لیکوریا (سیلانِ ابیض) کا مرض اتنا عام ہو رہا ہے۔

کھانے کے آداب

(دایاں ہاتھ)

کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا نہ صرف طبعی طریق ہے۔ بلکہ حفظانِ صحت اور صفائی کے خیال سے بھی ضروری ہے۔ بائیں ہاتھ سے چونکہ طہارت وغیرہ کی جاتی ہے اس لئے اگر بائیں ہاتھ سے کھایا جائے تو اس بات کا امکان ہے کہ پاخانہ کی غلاظت کے ذریعے امراض معدہ اور امعاء کے جراثیم اور پیٹ کے کیڑوں کے انڈے مُنہ میں جا کر مرض پیدا کر دیں۔

یوں بھی دایاں ہاتھ بائیں سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ انسانی قلب بائیں طرف ہے اس لئے دماغ کی بائیں طرف (یعنی جو حصہ دائیں طرف کے اعصاب کو کنٹرول کرتا ہے) خون زیادہ جاتا ہے۔ اس لئے دایاں ہاتھ کھانے کے لئے زیادہ موزوں ہے جس پر انسانی شہادت بالاجماع موجود ہے۔ پس بائیں ہاتھ سے کھانا کسی بیماری یا غیر طبعی اثر کے ماتحت ہی ہو سکتا ہے۔

کُلی قبل اور بعد طعام

کھانے سے قبل ہاتھ دھونا تو ایسی موٹی بات ہے کہ کوئی عقلمند اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ مگر مغربی تہذیب کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دلدادوں میں اس کا رواج نہیں رہا۔ شائد اس لئے کہ وہ لوگ چھری کانٹوں سے کھاتے ہیں مگر اس کے باوجود اُن کو بھی توروٹی ہاتھ سے ہی اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور کئی دفعہ کھانے کو ہاتھ لگانا پڑتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ خواہ چھری کانٹوں اور چمچ سے ہی کھانا کھانا ہو تو بھی ہاتھ پہلے ضرور دھوئے جائیں۔

کُلّی قبل طعام کا رواج بھی مغربی لوگوں میں نہیں ہے۔ مگر اسلامی شریعت نے اس کو پسند کیا ہے۔ کیونکہ اس میں کئی طبّی فوائد ہیں۔ مُنہ کی عام صفائی کے علاوہ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس طرح مُنہ کی خشکی دُور ہو جاتی ہے۔ اور کھانے کا ذائقہ اچھی طرح انسان محسوس کر سکتا ہے۔ مُنہ کے اعصاب اگر خشک ہوں تو اُن کی حِس بہت کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر کوئی کڑوی کسیلی دوائی پینی ہو تو اگر مُنہ کو پہلے خشک کر لیا جائے (مثلاً رومال مُنہ میں ڈال کر اور زبان یا بھُنے ہوئے چنے چبا کر) تو کڑواہٹ کا احساس بالکل نہیں ہوتا۔ یا بہت کم ہوتا ہے قدرت بھی کھانے سے قبل لعابِ دہن کو زیادہ پیدا کر کے مُنہ کی اس خشکی کو دُور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ چنانچہ لذیذ کھانے کو دیکھ کر یا اُس کی خوشبو سُونگھ کر مُنہ میں پانی آجاتا ہے۔ جو نہ صرف ہاضمہ میں مدد دیتا ہے بلکہ قُوّتِ ذائقہ کو بھی بڑھا کر کھانے کو پُر لُطف بنا دیتا ہے۔ لیکن خوف کی حالت میں جب مُنہ خشک ہو رہا ہو تو کھانے کا مزا نہیں آتا۔

کھانے کے بعد بھی کُلّی کرنا اور اُنگلی کو مسُوڑوں پر مَلنا مُنہ کی صفائی کے لئے ضروری ہے۔ تاکہ کھانے کے باریک ذرّات دانتوں کو لگے نہ رہیں۔ انسان چونکہ ہر دفعہ کھانے کے بعد برش یا مسواک نہیں کر سکتا۔ اس لئے کُلّی اور اُنگلی سے مالش کو اس کا قائم مقام رکھ دیا گیا ہے۔

دانتوں کی صفائی

دانتوں کو صاف کرنا ایک قدرتی اور فطری بات ہے۔ اور اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کہ دانتوں کو کیوں صاف کیا جائے۔ ہاں یہ بتانا اطمینان کا موجب ہوگا کہ دانت نہ صاف کرنے کے کیا کیا نقصانات ہیں اور صاف کرنے کے کیا فوائد ہیں۔ کیونکہ جب انسان کو علم ہو جائے۔ کہ فلاں فعل میں میرا بہت فائدہ ہے اور نہ کرنے میں نقصان ہے تو وہ اس کو چٹی نہیں سمجھتا بلکہ خوشی سے کرتا ہے

واضح ہو کہ مسوڑوں کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ کھانے کے بعد اُن کے نرم حصہ میں خوراک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے باریک ذرّات لگے رہتے ہیں۔ جن کو اگر جلدی صاف نہ کیا جائے تو وہ متعفن ہو کر طرح طرح کے زہر پیدا کرتے ہیں جو خون میں مل کر صحت کو برباد کر دیتے اور کئی امراض کا موجب ہو جاتے ہیں۔ دانت صاف نہ کرنے والوں میں ماسخورہ (پائی اوریا) عام ہوتا ہے اور یہ مرض نہ صرف معدہ اور امعاء کی کئی امراض کا موجب ہے۔ بلکہ اِس سے گلا، حلق، کان، ناک اور آنکھ تک بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ چند سال ہوئے کہ جنون کے اسباب معلوم کرنے کے لئے ایک طبی کمیشن بیٹھا تھا۔ انہوں نے معلوم کیا کہ ۸۰ فی صدی مجانین کے جنون کا بڑا باعث یہی پائی اَوریا تھا۔ باقاعدہ دانت صاف کرنے سے نہ صرف مُنہ صاف رہتا ہے۔ اور بُو نہیں آتی۔ بلکہ انسان کئی طرح کے امراض سے بچا رہتا ہے۔ ہاضمہ درست رہتا ہے۔ قوتِ ذائقہ۔ شامہ (سُونگھنا) سمع (سُننا) اور بصر (دیکھنا) سب پر اس کا مفید اثر پڑتا ہے۔ پس دانتوں کی صفائی کی ضرورت اور اہمیّت ایک واضح چیز ہے۔

مسواک اور بُرش

اِس کے بعد تشریح طلب سوال یہ ہے کہ دانت صاف کس طرح اور کب کئے جائیں۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ عام طور پر رائج دو طریق ہیں۔ ایک ہے مسواک کرنا جو پُرانا طریق ہے اور ایک ہے بُرش کا استعمال۔ جو ماڈرن ہے۔ دونوں میں فوائد ہیں اور کچھ خامیاں بھی۔ مسواک اس لحاظ سے کہ ہر روز تازہ بتازہ مل سکتی ہے اور اس میں درخت کے کیمیاوی اثرات شامل ہیں جو مسوڑوں کو مضبوط کرتے اور جراثیم کو ہلاک کر سکتے ہیں بُرش سے افضل ہے۔ مگر صفائی کے لحاظ سے مسواک بُرش سے ادنےٰ ہے۔ کیونکہ اسے دانتوں کے اندر کی طرف اور داڑھوں پر بخوبی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرْ کے اصول کے ماتحت دونوں کو ملا لیا جائے۔ یعنی ایک وقت مسواک استعمال کی جائے اور ایک وقت بُرش۔ کہ یہی درمیانی راہ ہے اور اس کے لئے بہترین وقت یہ ہے کہ صبح اُٹھ کر مسواک اور سونے سے قبل بُرش کر لیا جائے۔ لیکن اگر ہو سکے تو ہر کھانے کے بعد بُرش یا کم سے کم کُلی کر لینی چاہئے۔

اِس کے بعد سوال منجن یا کریم کا ہے۔ کہ بُرش کے ساتھ کونسی چیز استعمال کی جائے۔ جو مسواک (داتن) کے فوائد کا بدل ہو سکے۔ اصولی طور پر منجن کریم سے افضل ہے۔ کیونکہ سفوف (پوڈر) مسوڑوں کے نرم حصہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ مگر اِس کے لئے کسی قیمتی ولایتی منجن کی ضرورت نہیں جو آج کل نہ صرف سخت مہنگے بلکہ نایاب بھی ہیں۔ بلکہ معمولی باریک پسا ہوا نمک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور کوئلہ کافی ہے۔ اور اگر یہ بھی نہ ملے تو صرف صابن برش کو لگا لیا جائے۔

مسواک کرنے کا پُر حکمت مسنون طریق

انسان اور حیوان میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ حیوان بغیر نمونہ اور تربیت کے محض فطرت حیوانی سے کام چلاتا ہے۔ مگر انسان ہر بات میں نمونہ اور تربیت کا محتاج ہے۔ انسان کے لاکھوں کام قدرت خود کر دیتی ہے اور کوئی ضرر نہیں پیدا ہوتا۔ مثلاً انسان کی ۲۵، ۲۰ فٹ لمبی آنتوں کی صفائی کا کام قدرت خود کر دیتی ہے۔ اور بہت کم امراض پیدا ہوتی ہیں۔ مگر دونوں سروں پر صرف ایک دو انچ حصہ انسان کے سپرد کر دیا گیا ہے اور اس میں بھی اتنی بے احتیاطی ہوتی ہے کہ سینکڑوں امراض اس کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ہر بات میں نمونہ اور ہدایت دی جائے اور بار بار دی جائے۔ مسواک یا برش کرنے کا طریق بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے مگر اس کا بھی ایک طبعی طریق ہے جو کہ زیادہ مفید ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ برش کو اوپر نیچے حرکت دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی ایک حدیث سے بھی یہی طریق ثابت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جب ۱۹۲۴ء میں انگلستان تشریف لے گئے تو وہاں پر ایک بہت بڑے ڈینٹل سرجن نے حضور کو بتایا کہ دانت صاف کرتے وقت برش کو اوپر نیچے حرکت دینی چاہیئے۔ کیونکہ جرم ہمیشہ نرم حصہ میں ہوتا ہے۔ یہ تحقیق کیسی واضح طور پر بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلعم کے فرمودہ اقوال سچی سائنس اور طب پر مبنی تھے۔ اور ممکن نہیں کہ علوم جدیدہ صحیحہ اُن کی تردید کر سکیں۔

بیت الخلا کی صفائی

اگر انسان کو محض اپنی عقل پر چھوڑ دیا جائے اور شریعت اس کی راہنمائی نہ کرے یا وہ شریعت کو ٹھکرا دے تو وہ باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے بعض دفعہ حیوانوں سے بھی بدتر نمونہ پیش کرتا ہے۔ مثلاً مغربی مغربی لوگ محض عقل کو ہی کافی راہنما سمجھتے ہیں اور الہام اور شریعت کی روشنی کے قائل نہیں۔ معمولی اجابت کے طریق اور طہارت وغیرہ کے معاملات میں بھی کیسا گندہ نمونہ پیش کر رہے ہیں جیسا کہ ذیل کی تشریح سے واضح ہوگا۔

بیت الخلا (پاخانہ) کھلا، ہوادار، صاف اور روشن ہونا چاہیئے۔ تاکہ انسان غلاظت اور زہریلی گیسوں کے مضر اثرات سے بچا رہے۔ پھر ایسی جگہ بعض دفعہ سانپ بچھو وغیرہ بھی رہتے ہیں۔ خصوصاً اگر اندھیرا ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ اندر داخل ہوتے وقت انسان بہت ہوشیار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو اور اپنی توجہ کو خاموشی سے ایک طرف قائم رکھے۔ تاکہ کپڑوں وغیرہ کو بے احتیاطی سے غلاظت نہ لگ جائے۔ اِسی واسطے شریعت نے ایسے مواقع کے لئے خاص دُعا بھی سکھلائی ہے۔ تاکہ انسان احتیاط کرکے خُبث اور خبائث کے ضرر سے بچا رہے۔

اجابت کا طبعی طریق

اجابت کے طریق میں بھی مشرق اور مغرب میں نمایاں فرق ہے۔ طبعی طریق یہ ہے کہ انسان دونوں پاؤں پر بیٹھے۔ جیساکہ ایشیائی لوگ کرتے ہیں۔ مگر مغربی طریق یہ ہے کہ کموڈ پر بیٹھا جائے۔ جس طرح کُرسی پر بیٹھا جاتا ہے۔ اجابت کے وقت ان لوگوں کے مُنہ میں سیگرٹ اور ہاتھ میں اخبار ہوتا ہے۔ اور اس طرح وہ کافی وقت تک آرام سے بیٹھے اخبار پڑھتے یا آپس میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اب ایک موٹی عقل کا آدمی بھی یہ دیکھ سکتا ہے کہ ایشیائی طریق نہ صرف قدرتی اور طبعی اور مفید طریق ہے بلکہ جسمانی صفائی کے نقطۂ نگاہ سے بھی زیادہ عمل کرنے کے قابل ہے۔ ظاہر ہے کہ کموڈ ایک ایسی چیز ہے جس کا باوجود احتیاط کے پاک وصاف رکھنا بہت مشکل ہے۔ اب ایسی مشتبہ جگہ پر جسم کے ایک نازک حصّے کو رکھ دینا خطرہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔ پس صنفی سوراخوں کو جراثیم کے حملہ سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ پاؤں کے بل بیٹھا جائے۔

جسمانی صفائی کے علاوہ ایشیائی طریقِ اجابت میں اور فوائد بھی ہیں۔ اوّل تو یہ قدرتی طریق ہے جس پر دُنیا کے اکثر پرانے مہذب لوگ بلکہ وحشی اقوام بھی عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ اِس طرح پیٹ کے عضلات پر دباؤ اچھی طرح ڈال کر پاخانہ بخوبی اور جلدی امعاء مستقیم سے خارج ہو سکتا ہے اور دوبارہ اجابت کی حاجت نہیں رہتی۔ خصوصاً اگر بائیں پاؤں پر (جیساکہ احادیث نبویؐ سے بھی ثابت ہے) دباؤ ڈال کر بیٹھا جائے۔ جس میں حکمت یہ ہے کہ بڑی آنتوں کا آخری حصہ بائیں طرف سے ہو کر امعاء مستقیم میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے کہ حبشیوں میں جو کہ مشرقی طریق پر پاخانہ کرتے ہیں اپنڈکس (Appendix) کے امراض بہت کم ہیں۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ اس طرح اجابت کرنے سے دایاں کولن بخوبی خالی ہو جاتا ہے۔ پھر مشرقی طریق ایسا محفوظ ہے کہ اِس طرح بیٹھنے میں ہرنیا (فتق) کے مرض کا امکان بالکل نہیں رہتا۔ کیونکہ جب پیٹ پر زور پڑتا ہے تو رانوں کا سامنا حصہ فتق کے سوراخوں کو دبائے رکھتا ہے۔ اور اُن کا مُنہ کھلنے نہیں دیتا۔ پس ظاہر ہے کہ مشرقی طریقِ اجابت کموڈ سے ہر لحاظ سے افضل ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موڈ کا استعمال ایسا خطرناک ہے کہ آئے دن مغرب میں مخصوص سوراخوں کی سوزش اور امراضِ خبیثہ کے کیس (CASE) اس طرح گند لگ جانے سے ہوتے رہتے ہیں۔ خصوصاً ہوٹلوں، ہوسٹل اور بارکوں وغیرہ میں جہاں مشترکہ کموڈ استعمال ہوتے ہیں۔ لڑکیوں کے لئے تو یہ طریق خصوصاً خطرناک ہے۔ کیونکہ اس طرح قُبل اور فرج کی سوزش کا بہت امکان ہے۔ اور نہ صرف امکان ہے بلکہ آئے دن ایسے کیس زنانہ بورڈنگوں میں ہوتے رہتے ہیں۔ مگر یہ لوگ بجائے اس کے کہ مشرقی طریقِ اجابت کی خوبی کو دیکھ کر اس کو اختیار کریں اپنے ہی گندے طریق کی اصلاح سوچتے رہتے ہیں۔ مثلاً کبھی یہ تجویز ہوتی ہے کہ کموڈ بجائے گول چکّر کے آگے سے کٹا ہوا یا V (وی) کی شکل کا ہو تاکہ سامنے کا حصہ آلائش سے پاک رہ سکے۔ اور کبھی کوئی اور طریق اختیار کرتے ہیں۔ مگر باوجود سخت ناکامی اور ٹھوکریں کھانے کے وہ اپنی مزعومہ اعلیٰ تہذیب اور کلچر کے گھمنڈ میں محفوظ مشرقی طریق کو اختیار نہیں کرتے کہ یہ غلاموں کا طریق ہے۔

طہارت کا عام طبعی طریق

اجابت سے فارغ ہونے کے بعد طہارت (آب دست یا استنجا) کا سوال ہے۔ استنجا کے معنے ہیں آلائش سے نجات حاصل کرنا۔ کیونکہ پیشاب پاخانہ کر لینے کے بعد دونوں مقامات پر کچھ آلائش لگی رہتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کو دُور کیا جائے۔ اس کے متعلق بھی شریعت نے ہم کو نہایت ہی پاکیزہ، مکمّل اور پُرحکمت طریق سکھایا ہے۔ مگر یہاں بھی مجرّد عقل سے کام لینے والے مغربی لوگ ہم سے ابھی بہت پیچھے ہیں۔ مثلاً مغربی لوگ اجابت کے بعد محض نرم کاغذ سے صفائی کو کافی جانتے ہیں۔ اور پیشاب کے بعد کی صفائی کی ضرورت کے وہ لوگ قائل ہی نہیں۔ مگر اس کے برخلاف ایشیائی لوگ بالعموم پانی کا استعمال کرتے ہیں۔ جہاں تک صرف صفائی کا تعلق ہے یہ ظاہر ہے کہ پانی کا استعمال کاغذ کے استعمال سے افضل ہے کیونکہ پانی سے صفائی زیادہ مکمل طور پر ہو سکتی ہے۔ مگر ساتھ ہی ہاتھوں کو آلودہ کر لینے کا سوال بھی ہے۔ جس میں بظاہر مغربی طریق یعنی کاغذ والوں کی جیت معلوم ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صرف پانی کے استعمال سے ہاتھوں کو پاخانہ ضرور لگتا ہے۔ اور اگر ناخنوں میں باریک ذرات چلے جائیں تو کئی امراض لگ سکتی ہیں۔ پس میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ دونوں طریق کو ملا لیا جائے۔ یعنی پہلے کاغذ یا جیسا کہ اسلامی شریعت نے پسند کیا ہے مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کیا جائے۔ پھر پانی کے ساتھ مکمل صفائی کر لی جائے۔ خواہ اُسی وقت یا بعد میں جب پانی میسر آجائے۔ مسلمانوں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معلوم نہیں کیوں (خصوصاً شہریوں نے) مٹی کا استعمال ترک کر رکھا ہے اور وہ کاغذ کے استعمال سے بھی ڈرتے ہیں۔ (سوائے مغرب زدہ نوجوانوں کے جو کاغذ کے بعد پانی کا استعمال ضروری نہیں جانتے۔) میرے خیال میں مٹی اگر میسر نہ ہو سکے تو کاغذ اور پانی کو ملا لینے میں کوئی حرج نہیں اس طرح طہارت کی سب اغراض پوری ہو جائیں گی۔ اور ہاتھ بھی پاک اور صاف رہ سکیں گے۔

طہارت کا ایک پُرحکمت مسنون طریق

احادیثِ نبویؐ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اور خصوصاً عورتوں کو ایک نہایت ہی پُرحکمت مفید اور سچی سائنس پر مبنی طریق طہارت کا سکھایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالےٰ نے بوجہ اللہ تعالےٰ کے سچے اور آخری قول (قرآن) کا حامل ہونے کے اپنے سچے فعل یعنی سائنس کا بھی اصولی صحیح علم عطا فرمایا تھا۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آپؐ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ اجابت کے بعد مٹی کے ڈھیلوں سے طہارت کرتے وقت خصوصاً عورتوں کو چاہئے کہ ڈھیلوں کو سامنے (قُبل) سے پیچھے (دُبر) کی طرف حرکت دیں۔ اور ایک ڈھیلہ صرف ایک دفعہ استعمال کیا جائے۔ اِسی طرح پانی کے استعمال کے وقت بھی چاہئے کہ (مرد و عورت دونوں) پہلے پیشاب کی جگہ کو صاف کیا کریں اور اس کے بعد پاخانہ کے مقام کو۔ تاکہ پاخانہ والا ہاتھ پیشاب کے سوراخ کو نہ لگے۔ اِسی طرح مٹی کا اگر مثلاً ایک ہی ڈھیلہ ہو تو پہلے پیشاب کے مقام کو خشک کر کے اس کے بعد پاخانہ کے مقام کو صاف کیا جائے۔ کیونکہ پیشاب کا مقعد کو لگنا نہ صرف مضر نہیں بلکہ مفید ہے (کیونکہ تازہ پیشاب میں جراثیم کُش تاثیر ہے۔ چنانچہ ختنہ کے زخم کے جلدی مندمل ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تازہ پیشاب اُس کو لگتا رہتا ہے۔) لیکن پاخانہ کا پیشاب کے سوراخ میں داخل ہونا نہایت ہی خطرناک ہے۔

علومِ جدیدہ نے بھی اِس کی تائید کی ہے۔ پاخانہ کے اندر ایک جرم ہوتا ہے جس کو بی کولائی (B. COLi) کہتے ہیں۔ اور تازہ پیشاب اس کو ہلاک کر سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ بی کولائی پیشاب کے سوراخوں میں داخل ہو جائے تو خصوصاً عورتوں میں کئی امراض پیدا ہو سکتی ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جن عورتوں کا وضع حمل کے وقت پاخانہ خارج ہو جائے (اسی واسطے ہم لوگ جلاب اور حقنہ پر اتنا زور دیتے ہیں۔) اُن کو پرسُوت (چِلّے) کا بخار بالعموم ہو جاتا ہے۔ اپریشن سے قبل عورت کے مخصوص اعضاء کی صفائی جب کی جاتی ہے تو اس کا صحیح طریق بھی یہی ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روئی کا ایک پھایہ صرف ایک دفعہ استعمال کیا جائے۔ اور ہمیشہ پھایہ آگے سے پیچھے کی طرف لایا جائے۔ تاکہ بی کولائی قُبل کو نہ لگ جائے۔ پس طہارت کے اِس پُرحکمت مسنون طریق پر عمل کرنے سے انسان کئی طرح کے ضرر سے بچ جاتا ہے۔ طہارت کے بعد بہتر ہے کہ اُنگلی سے دبا کر امعاء مستقیم کی جھلی کو مقعد کے اندر داخل کر دیا جائے۔ ورنہ وہ جھلّی اس کے عضلات کے درمیان پھنس جاتی ہے۔ جس سے کھنچ لگ لگ کر بعض لوگوں کو بواسیر ہو جاتی ہے۔ پس بواسیر کی روک تھام کیلئے یہ طریق بہت مفید ہے۔

ہاتھ کی صفائی کی اہمیت

طہارت سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ کی صفائی کا سوال ہے۔ جو سب سے اہم ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس کی طرف سے لاپروائی کی جاتی ہے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ دن بدن محرکہ (ٹائیفائڈ)، اسہال، پیچش وغیرہ امراض ترقی کر رہے ہیں۔ اگر مٹی یا کاغذ سے پاخانہ کی جگہ کو خشک کر کے پانی بخوبی استعمال کر لیا جائے تو ہاتھ کو بظاہر کوئی آلائش لگی ہوئی نظر نہیں آتی لیکن پاخانہ کے باریک ذرات کو دُور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہاتھ کو طہارت کے بعد بخوبی دھویا جائے۔ اور فوراً دھویا جائے۔ یہاں تک کہ بیت الخلاء سے نکلنے سے قبل۔ بلکہ آزاربند باندھنے سے قبل ہی ہاتھ کی صابن سے صفائی ضروری ہے۔ تاکہ آزاربند باندھتے وقت آلودہ ہاتھ کپڑوں کو لگ کر ان کو "ناپاک" نہ کر دے۔ اِس کے لئے میرے نزدیک ضروری ہے کہ پاخانہ کے اندر ہی صابن اور پانی رکھوا دیا جائے۔ تاکہ ہاتھ کو دھو کر پھر کسی اور شئے کو چھُوا جائے۔ بعض لوگ طہارت کر کے پاخانہ سے باہر آ کر ہاتھ دھونا بھُول جاتے ہیں۔ اور جب وہ کئی روزانہ استعمال کی اشیاء کو آلودہ کر لیتے ہیں تو پھر اُن کو یاد آتا ہے کہ ہم نے ابھی ہاتھ دھونے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ (خصوصاً اگر وہ کیریئر (CARRIER) بھی ہوں) محرکہ، پیچش وغیرہ کا مرض ان کے گھر سے نکلتا ہی نہیں۔ مثلاً ماں کو اگر پیچش ہو جائے تو بالعموم دیکھا گیا ہے کہ اس کے بچوں کو بھی باری باری یہ مرض ضرور لگتا ہے۔ اِس کی وجہ بھی ماں کی بے احتیاطی ہوتی ہے۔ اگر ماں پاخانہ کے اندر ہی ہاتھوں کو بخوبی دھو کر باہر آئے تو مرض متعدی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ پھر بعض لوگوں کے پیٹ میں کرم (کدو دانے، ملّپ اور چھوٹے) ہوتے ہیں اور اُن کے انڈے پاخانہ میں لاکھوں کی تعداد میں خارج ہوتے رہتے ہیں۔ مگر وہ باوجود علاج کے تندرست نہیں ہونے پاتے۔ بار بار کرم نکلتے رہتے ہیں۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسے لوگ اپنے غلیظ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنے مُنہ کو آلودہ کر کے انڈے نگلتے رہتے ہیں۔ جس سے یہ قبیح دَور جاری رہتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ اوّل ہاتھ کو بعد طہارت بخوبی صابن سے صاف کیا جائے بلکہ ناخنوں کے اندر بھی صابن ڈالا جائے۔ اور یہ صفائی پاخانہ کے اندر ہی کر کے آزاربند باندھا جائے۔ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں اور خصوصاً بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو مُنہ میں ڈالنے کی عادت بند کی جائے اور ناخنوں کو لمبا نہ ہونے دیا جائے۔ جب تک اِس طرح پوری احتیاط نہ کی جائے گی مندرجہ بالا امراض میں کمی نہیں ہوگی۔

پیشاب کرنے کا طریق

پیشاب کرنے کا طبعی صحیح طریق جس پر نہ صرف دُنیا کے اکثر عقلمند لوگ بلکہ حبشی بھی عامل ہیں یہ ہے کہ دونوں پاؤں پر بیٹھ کر کیا جائے۔ یہ طریق نہ صرف جسمانی صفائی کے لئے موزوں ہے بلکہ طب کی رو سے بھی فطری طریق یہی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک مجری البول کے عضلات کو نرم نہ کیا جائے پیشاب بخوبی خارج نہیں ہو سکتا۔ اور حاجت کے بعد قطرہ قطرہ نکلتا رہتا ہے۔ جس سے کپڑے آلودہ اور متعفن ہو جاتے ہیں۔ اِس کے بعد پانی کا استعمال ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ اجابت کے بعد۔ تاکہ پانی کی ٹھنڈک سے عضلات سُکڑ کر پیشاب کا آخری قطرہ نکل جائے۔ اور صفائی بھی حاصل ہو جائے مگر افسوس ہے کہ مغربی لوگوں کی نقل میں ہمارے بعض ہندی بھائی بھی نہ صرف کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں بلکہ پانی بھی استعمال نہیں کرتے۔ جو کہ سخت وقار کے خلاف، غلیظ اور غیر طبعی طریق ہے۔ پس ضروری ہے کہ سوائے سخت مجبوری کے ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا جائے اور پانی سے طہارت کی جائے۔

جسم انسانی پر بالوں کی تقسیم اور انکی تزئین کا فلسفہ

بالوں کی ضرورت

قدرت نے انسانی جسم پر بال پیدا کر دیئے ہیں۔ جو مختلف حصّوں پر کم و بیش ہوتے ہیں۔ بالوں کی اصل غرض جسم انسانی کی حفاظت یعنی چوٹ، سردی، گرمی، ہوا، گرد و غبار سے بچاؤ اور اس کے بعد زینت ہے۔ چنانچہ سرد مُلکوں کے رہنے والوں کے بال نسبتاً لمبے ہوتے ہیں اور گرم مُلکوں کے باشندوں خاص کر افریقہ کے حبشیوں کے بال جسم پر تو قریباً ہوتے ہی نہیں۔ اور سر پر بھی برائے نام ہی ہوتے ہیں اور وہ بھی بھیڑ کی اُون کی طرح باریک اور گھنگریالے۔ یہاں تک کہ عورتوں کے سر پر بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہت کم بال ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ بجائے اُن کو زینت کا سامان سمجھ کر سنوارنے کے منڈا ہی دیتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ قدرت نے اُن کو سخت گرمی سے بچاؤ کے لئے سیاہ رنگ دیدیا ہے تاکہ حرارت اور روشنی کی تیز شعاعیں جلد کے اندر دھنس کر نازک اعصاب کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ یہ رنگ صرف جلد تک گہرا ہوتا ہے۔ ورنہ اندر سے کالے گورے میں قدرت نے کوئی فرق نہیں رکھا۔ سب میں مساوات ہے۔ پس محض رنگ کی بناء پر جو کہ صرف آب و ہوا کا اثر اور طبعی ضرورت بلکہ ایک رنگ میں فوقیت ہے، کسی قوم کا غرور اور تکبر کرنا سراسر حماقت ہے۔ ہاں میں بیان کر رہا تھا کہ بالوں کا کام سردی گرمی سے جسمِ انسانی کی حفاظت ہے۔ جو سرد مُلکوں میں بالوں کو لمبا کر کے اور گرم مُلکوں میں جلد کا رنگ سیاہ کر کے کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بال بیرونی صدمات چوٹ، ہوا کے جھونکوں وغیرہ سے بھی جسم کو محفوظ رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک شخص کے سر کے بال لمبے ہوں اور دوسرے نے ٹنڈ کروائی ہو اور دونوں کے سر پر اتفاقاً اُوپر سے اینٹ آپڑے تو سر منڈے کو بہت زیادہ چوٹ آئے گی۔

اس کے علاوہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ قدرت نے بالوں کا کام خاص حالات میں چربی سے بھی لیا ہے۔ یعنی جس جگہ لمبے بالوں کا رکھنا کسی اور لحاظ سے موزوں نہ تھا وہاں چربی کی موٹی تہہ رکھ دی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عورتوں کے جسم پر بالعموم مَردوں کی نسبت بال کم ہوتے ہیں۔ (النادر کالمعدوم۔ اور جس عورت کے جسم یا چہرہ پر مَردوں کی طرح لمبے بال ہوں وہ بھی درحقیقت اندرونی خلقت کے لحاظ سے نصف مرد ہی ہوتی ہے۔) اور چربی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ خاص کر چہرہ، حلق اور سینہ پر۔ گویا جہاں تک سردی سے حفاظت کا سوال تھا، اللہ تعالیٰ نے کمالِ حکمت کیساتھ بالوں کا کام چربی سے لیا ہے جو کہ سردی اور چوٹ سے حفاظت کے علاوہ نہ صرف عورت کے حُسن کو بڑھاتی بلکہ حمل اور رضاعت کے ایام میں خوراک کا کام بھی دیتی ہے۔

بالوں کی پُرحکمت تقسیم

جسمِ انسانی پر بالوں کی تقسیم میں بھی حکمت معلوم ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سر، چہرہ، بغل اور زیرِ ناف مقامات پر بال بالخصوص لمبے، گھنے ہوتے ہیں اور مرد و عورت دونوں اِس خصوصیت میں شامل ہیں۔ سوائے اس کے کہ عورت کے چہرہ پر بال یعنی داڑھی نہیں ہوتی۔ اِسی طرح بچوں کے جسم پر بھی ان مقامات پر بال نہیں ہوتے۔ جس کی وجہ غالباً یہی ہے کہ قدرت نے عورت اور بچوں میں بالوں کا کام چربی سے لیا ہے۔ اور بجائے لمبے بال دینے کے ان مقامات پر چربی کی موٹی تہہ رکھدی ہے۔ یہی وجہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے کہ عورتوں اور بچوں کو بالعموم سردی مَردوں کی نسبت بہت کم لگتی ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی عورت غیر معمولی طور پر دُبلی ہو۔ اور وہ سردی ایک موٹے مرد سے زیادہ محسوس کرے۔ مگر یہ استثنائی صورتیں ہیں جو قاعدہ کو ثابت کرتی ہیں نہ کہ رد۔

قدرت نے بالوں کو اس طرح کم و بیش کیوں رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اِن چار مقامات (سر، چہرہ، بغل اور زیرِ ناف) پر نہایت موٹی اور اہم شریانیں، وریدیں، اعصاب اور دیگر نازک اعضاء سطح کے قریب سے ہو کر گزرتے ہیں اور ان کو چوٹ وغیرہ سے نقصان پہنچ جانے کا خطرہ ہے۔ چنانچہ سر کے اندر دماغ ہے جو بہت نازک اور قیمتی عضو ہے پھر کھوپری کی خون کی نالیاں اس قسم کی ہیں کہ اگر سر پھٹ جائے تو زخم میں سے جریانِ خون بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح چہرہ یعنی نچلے جبڑے کے نیچے سے نہایت موٹی اور اہم شریانیں، وریدیں اور اعصاب گذرتے ہیں۔ جن کو چوٹ لگ جانا گویا موت کے منہ میں جانا ہے۔ یہی حال بغل اور بُن ران کا ہے۔ بلکہ بُن ران میں تو ایک اور بھی نہایت قیمتی رگ خصیوں سے نکل کر پیٹ میں داخل ہوتی ہے۔ جس پر نسلِ انسانی کا دار و مدار ہے۔ پس قدرت نے کمال حکمت کے ماتحت اِن چار مقامات پر خصوصیت سے لمبے بال رکھ دیئے ہیں تاکہ اِن نازک اور اہم حصوں کی حفاظت ہوتی رہے۔

قلب بھی اہم عضو ہے مگر وہ چونکہ سینہ کے اندر محفوظ ہوتا ہے اس لئے سینہ پر زیادہ لمبے بال نہیں رکھے گئے۔ بلکہ متوسط درجہ کے رکھے ہیں جو کم و بیش ہوتے ہیں اور یہی حال پیٹ کا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ بالوں کا کام جسمِ انسانی کی ہر طرح کے حوادث سے حفاظت ہے۔ تو طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بالوں کی تزئین وغیرہ کس اصول کے ماتحت ہو۔ اس وقت دُنیا میں تین مختلف گروہ ہیں۔ جن کا طریق ایک دوسرے سے جُداگانہ ہے۔ اوّل تو سکھ لوگ ہیں جو جسم کے کسی حصہ کے بالوں کو لینا ناجائز سمجھتے ہیں۔ دوسرے مسلمان ہیں جو سر اور داڑھی کے بالوں کو رکھتے اور بغل اور زیرِ ناف بالوں کو لیتے ہیں۔ تیسرے یورپین لوگ ہیں جو بالعموم داڑھی مونچھ منڈاتے مگر سر، بغل اور زیرِ ناف کو بڑھاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان میں سے کونسا گروہ بااصول ہے اور قدرت کے منشاء کو پورا کر رہا ہے۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سکھ لوگ بااصول ہیں اور سب سے بڑھ کر قدرت کے منشاء کو پورا کر رہے ہیں اور باقی دونوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک نہ ایک لحاظ سے بے اصولے ہیں۔کیونکہ اگر تو بال مفید ہیں تو سکھوں کی طرح سب کو بڑھنے دو۔اور اگر یہ تمدن اختیار کرنے کے بعد زوائد ہیں تو پھر سب جگہ کے بال اُڑا دو۔یعنی داڑھی مونچھ کے ساتھ سر بھی منڈا دو۔اور بغل اور زیرِ ناف بھی۔مگر یہ بَین بَین طریق کس اصول کی بناء پر ہے۔جو مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے

بالوں کی تزئین کا فطری اصول

انسانی تمدن کے ارتقاء کے وسیع مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حفاظت وغیرہ کے مکمل سامان دے کر پیدا کر دیا ہے۔تاکہ اگر یا جب اس کو وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرنی پڑے تو یہ قدرتی غلاف لباس وغیرہ کا بدل ہو کر حفاظت کا کام دے سکیں۔یعنی اگر کبھی انسان پر ایسا زمانہ آجائے کہ کسی مجبوری کے ماتحت اس کو لباس میسر نہ آسکے اور اس کو ننگا رہنا پڑ جائے تو یہ قدرتی غلاف اس کا ستر ڈھانپ لیں۔اور جسم کی حفاظت بھی کریں۔اس لئے ابتدائی حالت میں انسان کو ان قدرتی غلافوں کی ضرورت تھی۔جب کہ وہ ننگا پھرتا تھا (اور اب بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔اس لئے قدرت نے اُن کا پیدا کرنا بند نہیں کیا۔) لیکن تمدن اختیار کر چکنے کے بعد انسان نے اپنے جسم کو لباس وغیرہ سے ڈھانپنا شروع کر دیا ہے۔اس لئے اب اس کو ان قدرتی ابتدائی غلافوں کی ضرورت نہیں۔مثلاً جنین کو غلفہ کی عضو مخصوص کی حفاظت کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔تاکہ اس کی نشو و نما ناقص نہ رہ جائے۔لیکن بعد ولادت انسان کو اس قدرتی غلاف کی ضرورت نہیں رہتی۔کیونکہ اس کی ضرورت صرف رحم مادر میں ہے۔اس لئے بعد ولادت سب انسانوں کو ختنہ کروا دینا چاہیئے۔اسی طرح جسم کے دوسرے مقامات ہیں۔یعنی جن مقامات کو تمدن اختیار کر لینے کے بعد انسان لباس سے ڈھانپ لیتا ہے ان مقامات پر قدامت کے غلاف کی ضرورت تحصیلِ حاصل ہے اس لئے ان کو اُڑا دینا چاہیئے۔مثلاً بغل اور زیرِ ناف حصے لباس سے ڈھکے رہتے ہیں۔اس لئے اس جگہ کے بالوں کو بڑھانا ابتدائی حالت کی طرف لوٹنا ہے۔لیکن اس کے برعکس چہرے کو چونکہ ہر وقت ننگا رکھنا پڑتا ہے اس لئے اس مقام کے بالوں یعنی داڑھی کا منڈانا قدرت کے منشاء کی خلاف ورزی ہے۔کیونکہ اس مقام کے قدرتی غلاف داڑھی کی جگہ ہم نے لباس کو اختیار نہیں کیا۔اس لئے ضروری ہے کہ قدرت کا غلاف ہی رہنے دیا جائے۔اور مناسب حد تک داڑھی کو بڑھایا جائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سر کی حالت درمیانی ہے۔ یعنی نہ تو یہ ہر وقت ڈھانپا ہوتا ہے اور نہ ہر وقت ننگا۔ بلکہ گھر کے اندر ننگا ہوتا ہے اور باہر ہوں تو سر پر ٹوپی یا پگڑی۔ اس لئے سر کے بالوں کو مونڈنا یا سِکھوں کی طرح لمبا چھوڑ دینا دونوں قدرت کے منشا کے خلاف ہیں۔ پس اس کو درمیانی حالت میں رکھنا مناسب ہے۔ (یعنی اوسط لمبائی اور ایک جیسے یا پٹے۔) اسی طرح قزع کرنا بھی قدرت کے منشاء کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ قزع میں گردن کے اوپر کے اور سر کے پچھلے حصے اور کنپٹی پر بال بہت کم رہ جاتے ہیں۔ بلکہ ملٹری حجامت میں تو مونڈنے کے برابر ہو جاتا ہے جس سے حفاظت کا کام بخوبی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سر کے یہ حصے یعنی کنپٹی اور گردن بہت نازک ہیں اور ان پر بالوں کی متوسط حد تک موٹی تہہ ہونی ضروری ہے جو اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ سارے سر کے بال ایک جیسے ہوں یا پھر پٹے رکھے جائیں۔ عورت کا سر کے بالوں کو لمبا رکھنا قدرت کے منشاء کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔ کیونکہ مرد کے خلاف عورت کا دائرہ عمل گھر کے اندر ہے۔ اس لئے وہ بالعموم سر کو ننگا رکھ سکتی ہے۔ (یا معمولی دوپٹہ ہوتا ہے جو گھنے بالوں کا بدل نہیں ہو سکتا۔) اور اس کو صرف اُس وقت سر بخوبی ڈھانپنا ضروری ہوتا ہے، جب وہ کبھی کبھار باہر نکلے۔ اور مرد کے دائرہ عمل میں داخل ہو۔ یعنی دوپٹہ کے علاوہ چادر یا بُرقع سے جو حفاظت کے ساتھ پردہ کا کام بھی دے دیتا ہے۔ پس عورت کا سر گھر کے اندر چونکہ بالعموم ننگا رہتا ہے اس لئے اس کو لمبے بالوں کی ضرورت ہے۔ جو کہ حفاظت کے علاوہ زینت اور امتیاز کا موجب بھی ہیں اور عورت کا بال کٹوانا یا قزع کروانا قدرت کے منشاء کی خلاف ورزی ہے۔ بچوں کا سر بھی عورتوں کی طرح بالعموم ننگا رہتا ہے اس لئے ان کو بھی حفاظت کے لئے متوسط حد تک لمبے بالوں کی ضرورت ہے۔ اور مونڈنا یا قزع کرانا دونوں غیر طبعی ہیں۔

سُنّتِ ابراہیمیؑ کی فضیلت

بالوں کی تقسیم اور تزئین کے متعلق قدرت کا اصل معلوم ہو جانے کے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ کس قوم کا طریق طبعی اور قدرت کے منشاء کے مطابق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ سکھ لوگوں کا طریق بالکل غیر طبعی، غیر متمدن اور ابتدائی ہے۔ یورپین لوگوں کا طریق بھی قدرت کے منشاء کے نہ صرف خلاف بلکہ بالکل برعکس ہے۔ یعنی جس مقام کے بال لینے ہیں (بغل، زیر ناف) اُن کو وہ بڑھاتے ہیں۔ اور جس مقام کے رکھنے ہیں (داڑھی) اُن کو وہ لے رہے ہیں مسلمانوں کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طریق بالکل فطری، تمدنی زندگی اور قدرت کے منشاء کے مطابق ہے۔ کیونکہ اسلامی شریعت نے کمال حکمت کے ساتھ مسلمانوں کو اُن مقامات کے بالوں کے لینے کا حکم دیا ہے، جن مقامات پر اب بوجہ لباس کی ایجاد کے قدرت کے غلاف (بالوں) کی ضرورت نہیں یعنی وہ بغل اور زیرِ ناف بالوں کو لیتے ہیں اور اس کے برعکس جن مقامات کو لباس سے ڈھکا نہیں جا سکتا اُس پر قدرت کے غلاف کو ہی رہنے دیا ہے۔ یعنی داڑھی کو بڑھانے کا حکم ہے۔

سر کے متعلق صرف اصولی ہدایت دی ہے کہ نہ منڈا ہو نہ قزع بلکہ درمیانی حالت ہو یعنی سارے سر کے بال متوسط حد تک لمبے مگر ایک جیسے ہوں۔ یا پٹے رکھ لئے جائیں۔ مگر سکھوں کی طرح بالکل لمبے چھوڑ دینا یا مونڈنا یا قزع کرنا (انگریزی فیشن کی حجامت) کو شریعت نے ناپسند فرمایا۔ جو کہ بہت سی طبی، تمدنی اور قومی فوائد پر مبنی ہے۔

عورتوں کو بھی بغل اور زیرِ ناف بال لینے کا حکم ہے۔ داڑھی چونکہ ہوتی نہیں اس لئے اُس کے رکھنے یا لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سر کے بال عورت کو بڑھانے کا حکم ہے۔ تاکہ سر کی حفاظت کے علاوہ وہ زینت کا کام دیں۔ مرد و عورت کے درمیان امتیاز ظاہری بھی قائم رہے۔ اور ملکی اور قومی روایات بھی قائم رہیں۔ اس لئے عورت کا بال کٹوانا یا جوڑا نکال دینا باب (Bob) فیشن منع ہے۔

صفائی کا حقیقی معیار

بعض مغربی اور مغرب زدہ لوگ داڑھی والے سچے مسلمان کو دیکھ کر حقارت سے یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ ناصاف (Dirty) طریق ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا یہ حقیقتاً ناصاف طریق ہے یا محض حکومت کے نشہ اور اپنی تہذیب کے گھمنڈ میں اُن کو گند نظر آتا ہے۔ اگر کوئی سچا مسلمان داڑھی تو رکھے مگر شریعت کی خلاف ورزی کر کے اُس کو صاف نہ رکھے تو وہ بے شک ناصاف ہے۔ مگر کسی جگہ محض بالوں کا ہونا یا نہ ہونا صفائی کا معیار نہیں ہے۔ ورنہ پھر سر کے بالوں کے متعلق کیا فتوےٰ ہو گا۔ کیا ان کا محض سر پر ہونا ناصاف طریق ہے۔ اگر ہے تو ان کو بھی منڈا دو۔ اگر نہیں تو داڑھی پر کیا اعتراض ہے۔ پھر میں ان صفائی کے اجارہ داروں سے پوچھتا ہوں کہ ان کا بغل کے بالوں اور زیرِ ناف بالوں اور مقعد کے بالوں کے متعلق کیا فتوےٰ ہے جن کو وہ عمر بھر نہیں لیتے اور شوق سے پالتے ہیں۔ حالانکہ اگر بالوں کا چہرے پر بڑھانا ناصاف طریق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے تو بغل اور زیر ناف کا بڑھانا بہت زیادہ ناصاف ہے۔کیونکہ چہرے کے بال (داڑھی) ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔اُن کو تازہ ہوا اور روشنی لگتی رہتی ہے۔پسینہ بھی کم آتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دن میں پانچ دفعہ ان کو دھویا جاتا ہے۔لیکن اِس کے برخلاف بغل اور زیر ناف بال ہر وقت بند رہتے ہیں۔تازہ روشنی اور ہوا سے محروم ہیں۔پسینہ اور دیگر غلیظ رطوبتیں اُن کو لگتی ہیں۔اور اُن کو بار بار دھونا بھی مشکل ہے۔سوائے اس کے کہ دن میں ایک دفعہ غسل لے لیا جائے۔اور وہ بھی ٹب میں۔چنانچہ تجربہ بھی بتاتا ہے کہ اندر کے بالوں کا لینا ضروری ہے۔ہم نے ہزاروں لوگوں کو جو یوں صاف ستھرے تھے بغل اور زیر ناف بالوں میں جوؤں میں مبتلا دیکھا ہے۔مگر آپ نے ایک بھی شخص ایسا نہ دیکھا ہوگا جو صاف ستھرا ہو اور اُس کی داڑھی میں بھی جوئیں پڑی ہوں۔پھر سینکڑوں جلدی امراض (خارش (RING WORM) رنگ ورم۔اگزیما وغیرہ) بغل اور زیر ناف میں پائی جاتی ہیں۔مگر داڑھی کے مقام پر بالعموم یہ امراض نہیں پائی جاتیں۔پس معلوم ہوا کہ اگر محض صفائی ہی معیار ہو تو انسان کو بجائے داڑھی کے بغل اور زیر ناف بالوں کو لینا چاہئے۔مگر یہ طریق کہ بے ضرر مقام کے بالوں کو لینا اور پُر ضرر مقامات پر بال بڑھانا بالکل ہی خلافِ فطرت بلکہ حماقت ہے۔جس کی مرتکب وہی قوم ہو سکتی ہے جو شیطان کے پورے قبضہ میں ہو اور وہ اس کو اُس کے بھیانک اعمال مزین کر کے دکھا رہا ہو۔پس حقیقی صفائی کا طبعی طریق اسلامی شریعت نے ہی سکھایا ہے۔جس کے ساتھ کسی لوازمات اور تکلّفات کی ضرورت نہیں رہتی۔ورنہ دجّالوں کی طرح اندرونی حصّہ بالوں کو پسینہ پیشاب اور پاخانہ کی نجاست سے آلود کرتے رہنا اور لونڈر، سینٹ، پف پوڈر سے ظاہری صفائی کر دینا مہذب قوم کا طریق نہیں ہو سکتا۔

(نوٹ) یورپین عورتوں نے آج کل بغل کے بال لینے شروع کر دیئے ہیں۔جس کی وجہ یہ ہے کہ آستین اُڑا دی گئی ہے۔جو کہ دوسری غلطی ہے۔کیونکہ بغل کو عادتاً ننگا رکھنے سے بالوں کی ضرورت بڑھ جاتی ہے۔حفاظت کے لئے ایک غلاف کافی ہے۔بال یا لباس۔نہ کہ دونوں۔اُن کی جب آستین بھی تھی تو بال بھی لمبے تھے۔اور اب جب فراک کی آستین اُڑا دی تو بال بھی لے لئے۔

اِس اصولی بحث سے ہی ثابت ہو گیا ہے کہ اسلامی شریعت نے جو ابراہیمی سُنّت کی اتباع میں مسلمانوں کو سر کے بالوں کی تزئین، داڑھی کو بڑھانے اور بغل اور زیر ناف بالوں کو لینے کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حکم دیا ہے۔ وہی طبعی اور فطری طریق ہے۔ مگر مزید تسلی کے لئے میں ان کے فوائد بھی بتا دیتا ہوں۔

داڑھی کے فوائد

داڑھی میں مرد و عورت کے درمیان قدرت نے امتیاز کی ایک ظاہری صورت رکھ دی ہے۔ اور یہ مردانہ حُسن کی جان ہے حُسن دو قسم کا ہے۔ ایک مردانہ اور ایک زنانہ۔ بعض لوگ حُسن کو صرف عورت سے مخصوص جان کر "صاف" چہرہ کو غلطی سے مردانہ حُسن سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ داڑھی منڈا کر اور عورت سے مشابہت پیدا کر کے حسین کہلانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ حُسن عورت کو زیبا ہے نہ کہ مرد کو۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ عورت داڑھی منڈے کو دل سے پسند نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ اُس کے رقیب یعنی عورت ذات کا مثیل اور ظل ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اپنی صنف سے مخصوص محبت خلافِ فطرت ہے۔ ہاں فیشن اور مغربی اثر کے ماتحت چونکہ بڑے بڑے لوگ بھی داڑھی منڈاتے ہیں اس لئے وہ بظاہر اُن سے محبت کرتی اور اُن کو پسند کرتی ہے۔ ورنہ یہ حقیقت ہے کہ داڑھی عورت کے لئے بہت زیادہ صنفی اپیل اور اثر رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ مرد کی زینت اور حقیقی حُسن ہے۔

زینت کے علاوہ داڑھی انسان کے گلے، حلق اور چہرہ کی حفاظت بھی کرتی ہے۔ اس کے نازک اعضاء، اعصاب اور خون کی رگوں کو بیرونی صدمات، گرمی، سردی، گرد و غبار کے مضر اثرات اور ہوا کے تیز جھونکوں سے بچاتی ہے۔ نیوی میں غالباً اسی واسطے داڑھی کا رواج شروع ہوا تھا۔ کہ نلسن (Nelson) اور اس کے ساتھیوں کو سخت تیز سمندری ہواؤں اور طوفانوں میں گلے کی حفاظت کا ایک یہ ذریعہ نظر آیا تھا۔

حلق اور حنجرہ کی سوزش اگر پُرانی ہوجائے تو داڑھی رکھنے سے فائدہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح خنازیر کا مرض بھی داڑھی والوں میں کم ہوتا ہے۔ بشرطیکہ دیگر حالات ایک جیسے ہوں۔ اور اگر کسی خنازیر والے کو اپریشن سے فائدہ نہ ہو تو اُس کو داڑھی رکھنے سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اُسترے کی رگڑ اور کٹ لگ جانے سے جراثیم کے جلد میں داخل ہونے کا امکان باقی نہیں رہتا۔ اقتصادی نقطۂ نگاہ اور صبح کے نہایت ہی قیمتی وقت کو ضائع نہ ہونے کے لحاظ سے بھی داڑھی رکھنا دانشمندی ہے۔

داڑھی کی لمبائی

لمبے نکوفی یا کتابی چہرے میں داڑھی کے ذریعے ٹھوڑی پر گولائی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیدا کر کے مردانہ حُسن کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ انسان کا چہرہ اِس قسم کا قدرت نے بنایا ہے کہ اُوپر سے گول ہے لیکن ٹھوڑی کے دونوں طرف آکر یک دم اندر کو دب جاتا ہے۔ اور داڑھی کے بالوں کے ذریعے اِس دبی ہوئی جگہ کو اگر بھر دیا جائے تو چہرہ میں گولائی پیدا ہو کر نہایت خوبصورت ہو جاتا ہے۔ داڑھی ترشواتے وقت بھی اس تناسب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس لحاظ سے داڑھی کی لمبائی ہر شخص کے چہرہ کی بناوٹ پر ہو گی۔ یعنی کسی کو لمبی سجے گی۔ کسی کو چھوٹی اور گول۔ اس لئے شریعت نے بھی کمال حکمت سے اس کے متعلق خاموشی اختیار کر کے ہر شخص کو اُس کے حالات پر چھوڑ دیا ہے۔

داڑھی کی ہفتہ وار تزئین ضروری ہے۔ مگر اس کو اتنا چھوٹا کر دینا کہ بالکل خشخاشی ہو جائے داڑھی کی اصل غرض کو باطل کرنا ہے۔ کیونکہ قدرت کا جو منشاء اِس مقام پر لمبے بال پیدا کرنے کا ہے وہ پُورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ داڑھی اتنی لمبی نہ ہو جس میں کم سے کم کنگھی ہو سکے۔ بالوں میں کنگھی کرنا ضروری ہے۔ تاکہ اُکھڑے ہوئے بال الگ ہوتے رہیں۔ نیز اِس طرح بالوں کی جڑھوں کو تحریک ہو کر چہرہ کا دَوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ جو بالوں کی نشوونما میں ممد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کنگھی کی رگڑ سے بالوں میں بجلی کی رَو پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اکثر احباب نے دیکھا ہو گا کہ گرم خشک موسم میں اگر بالوں کو زور سے سیاہ مصالحہ کی کنگھی کی جائے تو چڑ چڑ کی آواز نکلتی ہے۔ اور اگر اس کنگھی کو کاغذ کے ٹکڑوں کے پاس لاؤ تو وہ اس کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔ یہ بجلی کی رَو ہے۔

مُونچھوں کی ضرورت

مونچھوں کو پیدا کرنے سے قدرت کا منشاء یہ ہے کہ بال ناک کے اندرونی بالوں کے ساتھ مل کر پھیپھڑوں میں جانیوالی ہوا کے لئے چھلنی اور فلٹر کا کام دیں۔ پس اِس غرض کو پُورا کرنے کے لئے مونچھوں کا ہونا اور متوسط حد تک لمبا ہونا ضروری ہے۔ مونچھوں کی تزئین کے ساتھ لبوں کا لینا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر مونچھیں سکھوں کی طرح اتنی لمبی ہوں کہ وہ اُوپر کے لب پر چھا رہی ہوں تو کھاتے پیتے وقت وہ خوراک کے ساتھ تر ہو جاتی ہیں اور اس طرح بالوں سے لگی ہوئی آلائش وغیرہ پیٹ میں جا سکتی ہے۔ مگر ساتھ ہی یاد رکھنا چاہیئے کہ مونچھوں کو اتنا چھوٹا بھی کر دینا کہ منڈی ہوئی معلوم ہوں جیسا کہ مسلمانوں کے ایک فرقہ کا طریق ہے مونچھوں کی پیدائش کو باطل کرنا ہے اِسی حکمت کے ماتحت شریعت اسلامی نے مونچھوں کا متوسط حد تک بڑھانا اور لبوں کا لینا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضروری قرار دیا ہے۔

بغل اور زیرِ ناف بال لینے کے فوائد !!

متمدّن حالت میں جہاں داڑھی مونچھوں کو بڑھانا ضروری ہے وہاں بغل اور زیرِ ناف بالوں کی صفائی بھی فطری اور قدرت کے منشاء کے مطابق ہے۔ اسی طرح جیسا کہ لکھا جا چکا ہے اِن نازک حصّوں کو بالوں کی غلیظ رطوبتوں اور پسینہ وغیرہ کی بُو سے بخوبی پاک رکھا جا سکتا ہے۔ جسم کے یہ حصّے کپڑوں سے ڈھکے رہنے کی وجہ سے تازہ ہوا اور روشنی سے محروم رہتے ہیں اور پسینہ وغیرہ کی مَیل جلدی دُور نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اِن مقامات کو بار بار دھونا مشکل ہے۔ پھر یہ جلدی امراض اور جُوؤوں وغیرہ کا بھی آسان ٹارجٹ ہیں۔ کیونکہ اِن کے مخصوص حالات جراثیم اور حشرات کی نشوونما میں ممد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان دو مقامات کے بالوں کو باقاعدہ اُسترے سے صاف رکھا جائے۔ چہرے پر اُسترے کا استعمال اس لئے منع ہے۔ کہ چہرہ ہر وقت ننگا رہتا ہے اور گرد و غبار پڑتا رہتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی جرم اس گرد میں ہو تو اُسترے کے کٹ سے یا محض رگڑ سے وہ جلد کے اندر جا سکتا ہے۔ مگر ایسے مقام پر جو بالعموم کپڑوں سے ڈھکا رہتا ہو اُسترے کا استعمال مضر نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس جگہ بیرونی گرد و غبار نہیں ہوتا۔

زیرِ ناف بالوں کو لینا اِس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ صِنفی حفظانِ صحت اور حفظِ ماتقدم کا یہ ایک بھاری ذریعہ ہے۔ اِن مقامات پر جِلد کی مَیل اور پسینہ کے علاوہ پیشاب پاخانہ کی غلاظت بھی لگتی رہتی ہے۔ جس کو بالوں کی موجودگی میں بخوبی صاف نہیں کیا جا سکتا۔ مخصوص تعلقات کے دَوران میں بھی یہ مقامات آلودہ ہو جاتے ہیں۔ پھر عورت کے لئے حیض، وضع حمل اور نفاس کے ایّام ایسے ہیں کہ اُن میں بھی بالوں کی موجودگی صفائی میں روک پیدا کرتی ہے۔ مرد کے لئے اِس مقام پر اُسترے کا استعمال ایک اور لحاظ سے بھی مفید ہے۔ طب کی کُتب میں لکھا ہے کہ اِس طرح قوتِ باہ زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ مخصوص کمزوری کا ایک علاج بھی ہے۔

مخصوص مقامات پر لمبے بال اس لئے بھی مضر ہیں کہ اس طرح مَیل وغیرہ جمع ہو کر کُھجلی ہوتی رہتی ہے اور اعضاء کی حرارتِ غریزی بڑھ جاتی ہے۔ جو کہ توجہ کو اس طرف رکھ کر قبیح عادات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا پیشِ خیمہ بن سکتی ہے۔ بال ہٹنے سے کھجلی نہیں ہو سکتی اور اعضاء ٹھنڈے بھی رہتے ہیں۔ کیونکہ حرارتِ غریزی کا انتشار بخوبی ہوتا رہتا ہے۔ پس صنفی صحت اور صفائی دونوں کے لحاظ سے ضروری ہے کہ بغل اور زیرِ ناف کو بالوں سے پاک رکھا جائے۔

سر کے بالوں کی ضرورت اور تزئین

اصولی بحث میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ سر کی حالت بین بین ہے۔ یعنی متمدن زندگی میں نہ تو سر کو چہرہ کی طرح ہر وقت ننگا رکھا جاتا ہے کہ بال لمبے چھوڑ دیئے جائیں۔ اور نہ ہی بغل کی طرح ہر وقت لباس سے بند رکھا جاتا ہے کہ بالکل منڈا دیا جائے اس لئے سر کے بالوں کو (مردوں کے لئے) کھوں کی طرح بالکل آزاد چھوڑ دینا یا ٹنڈ کروانا دونوں خلافِ فطرتِ انسانی ہیں۔ اور وسطی راہ یہ ہے کہ بال متوسط حد تک لمبے مگر سارے ایک جیسے ہوں۔ اسی طرح قزع کرانا (یعنی سر کے پچھلے حصہ اور کنپٹی کے بالوں کو بالکل باریک کر دینا) سر کے بالوں کی پیدائش کی اصل غرض کو باطل کر دیتا ہے۔ کیونکہ سر کے یہ حصے درمیانی اور اوپر کے حصوں سے کم نازک اور اہم نہیں ہیں۔ کہ ان کی حفاظت چوٹ، دھوپ کی شعاعوں اور سرد ہوا کے جھونکوں کے خلاف نہ کی جائے۔ بلکہ بعض لحاظ سے تو ان حصوں کا محفوظ رکھنا زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ ان دو مقامات پر کھوپری کی موٹی موٹی خون کی رگیں سطح کے قریب ہو کر گذرتی ہیں۔ جہاں چوٹ لگ جانے سے جریانِ خون بہت زیادہ ہوتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ان دو جگہوں کنپٹی اور پچھلے حصہ پر بھی بال لمبے ہوں۔ اور قزع نہ کرایا جائے[1]۔

عورت کو برخلاف مرد کے نہ صرف صنفی امتیاز، سر کی حفاظت اور زینت بلکہ بالوں کی عمر کو لمبا کرنے کے لئے بھی لمبے بالوں کی ضرورت ہے۔ عورت چونکہ بالعموم گھر کے اندر رہتی ہے اس لئے اس کو سر ڈھانپنے کی ضرورت کم پڑتی ہے اور اکثر عورتیں تو گھر میں سر کو ننگا ہی رکھتی ہیں اور دوپٹہ جو گلے میں پڑا ہوتا ہے صرف اس لئے ہوتا ہے کہ نامحرم سے مُنہ کو چھپا لیا جائے۔ اس لئے سر کی حفاظت کے لئے عورتوں کو لمبے بالوں کی ضرورت ہے اور اُن کے لئے بال کٹوانا خلافِ فطرت ہے۔

لمبے بالوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کنگھی کرتے وقت جب اُن کو کھینچ لگتی ہے تو بالوں کی جڑوں کو تحریک ہو کر دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے جس سے بالوں کے نشو و نما میں مدد ملتی ہے۔ یوں بھی لمبے بالوں کا محض وزن ہی جڑوں کو تحریک کرتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے عورت کے بال (بوجہ محض انکی لمبائی کے

[1] گنج کا اثر بالعموم سر کے اُوپر کے حصہ میں زیادہ ہوتا ہے لیکن کنپٹی اور پچھلے حصہ پر سے بال نہیں اُکھڑتے۔ اس سے بھی ان دو مقامات کی اہمیت واضح ہے۔ جو قزع کو قدرت کے منشاء کے خلاف ثابت کرتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلدی نہیں اُکھڑتے۔ چنانچہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ سر کا گنج عورتوں میں مردوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ یہی حال سکھوں کا ہے کہ ان میں بھی گنج نسبتاً کم ہے۔ اِس کی وجہ یہی ہے جو اُوپر بیان کی گئی ہے کہ لمبے بالوں کی جڑوں کو تحریک ہوتی رہتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ لمبے بالوں کی عمر چھوٹے بالوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ سر کے بال بھی اِس حد تک لمبے ہوں کہ اُن کو کنگھی کی جا سکے۔ اور اگر پٹے رکھے ہوں جیسا کہ آنحضرت صلعم کا طریق تھا۔ (جو کہ گو مسنون نہیں مگر پسندیدہ اور مفید ضرور ہے۔) تو اور بھی اچھا ہے۔ کیونکہ اِس طرح سر میں گنج جلدی ظاہر نہیں ہوگا۔

پگڑی اور ٹوپی

سر کی صفائی کے سلسلہ میں سر کے لباس کا ذکر بے موقع نہ ہوگا۔ اُس فطری اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ عورت کو کسی خاص لباس مثلاً ٹوپی یا پگڑی سے سر ڈھانپنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے لمبے بالوں کیساتھ معمولی چادر یا دوپٹہ ہی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ پس عورت کے لئے ٹوپی کا استعمال خلافِ عقل ہے۔ لیکن مرد کے بال نسبتاً چھوٹے ہوتے ہیں اس لئے اس کو نہ صرف سر کی حفاظت بلکہ زینت اور وقار کے قیام کے لئے بھی سر پر ٹوپی یا پگڑی رکھنی چاہیئے۔ سوائے اس کے کہ انسان گھر کے اندر ہو جو نسبتاً محفوظ جگہ ہوتی ہے۔ لیکن باہر نکلتے وقت سر کا ڈھانپنا ضروری ہے اور ننگے سر باہر پھرنا نہ صرف وقار کے خلاف بلکہ خلافِ عقل اور فطرت بھی ہے کیونکہ گھر کے باہر ہی انسان اکثر حوادث کا شکار ہوتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ سر کو کسی محفوظ ملبوس سے ڈھانپا جائے۔ شریعت نے سر کے لباس کو ہر شخص کے حالات پر چھوڑ دیا ہے اور پگڑی کو جو کہ نہ صرف زیادہ موزون، مفید اور وقار کا موجب ہے۔ بلکہ سر کے لئے ٹوپی سے بڑھ کر حفاظت کرنے والی بھی ہے فرض نہیں کیا لیکن پسند ضرور کیا ہے۔ عرب میں پگڑی کا ہی رواج ہے جو کہ گرم مُلک کے لئے بہترین لباس ہے اِسی لئے آنحضرت صلعم نے بھی پگڑی یا عمامہ ہی پسند فرمایا۔ حفاظت کے نقطۂ نگاہ سے پگڑی ٹوپی سے افضل ہے کیونکہ پگڑی سر کے تمام نازک حصوں کو بخوبی ڈھانپ کر نہ صرف چوٹ بلکہ گرمی اور سردی سے بھی بخوبی حفاظت کرتی ہے۔ خصوصاً اگر شملہ لمبا ہو تو وہ نہ صرف گردن اور سر کے پچھلے حصہ بلکہ کمر کی بھی حفاظت کرتی ہے۔ اور اس طرح دماغ اور حرام مغز (نخاع) دونوں کو سورج کی تیز شعاعوں سے بچا کر سن سٹروک وغیرہ روک سکتی ہے۔ پس بہتر ہے کہ سر کے لئے پگڑی استعمال کی جائے اور شملہ کو لمبا کمر تک چھوڑا جائے۔ لمبے شملہ والی پگڑی کو سامنے رکھو تو دماغ اور حرام مغز کا خاکہ ذہن میں آجاتا ہے جو کہ دونوں حصوں کی بخوبی حفاظت کر سکتی ہے۔ لیکن ٹوپی باوجود پہننے اور اُتارنے کی سہولت کے یہ کام نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دے سکتی۔ بعض لوگ پگڑی تو باندھتے ہیں لیکن شملہ کو اُس کے اندر ٹانگ لیتے ہیں مگر یہ طریق دانشمندانہ نہیں ہے۔ اُن کو چاہئے کہ گردن اور کمر کی حفاظت کے لئے شملہ کو کھلا چھوڑ دیں۔ اور کمر پر لٹکنے دیں۔ شملہ ناک اور مُنہ کو گرد و غبار سے بچانے کے لئے رومال کا کام بھی دے سکتا ہے۔

(نوٹ) سکھوں کا عورتوں کی طرح سر کے بال لمبے چھوڑ دینا خلافِ فطرت ہی نہیں بلکہ ساتھ پگڑی کا استعمال خلافِ عقل بھی ہے۔

میت کا غسل

اِس مضمون کو بچّے کی ولادت سے شروع کیا گیا تھا اور یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اِس کو انسان کی موت پر ختم کیا جائے تاکہ مضمون کا کم سے کم خاکہ مکمل ہو جائے۔ انسان جسمانی صفائی اور صحت کے لئے ساری عمر خود غسل کرتا ہے (سوائے بیماری یا معذوری کے) لیکن سب سے پہلا اور سب سے آخری غسل اُس کو دوسرے دیتے ہیں۔ میت کے متعلق خیال ہو سکتا ہے کہ زندگی میں تو خیر جسمانی صفائی اور صحت کے لئے غسل لینا چاہئے۔ لیکن مُردے کو غسل کا کیا فائدہ؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ مُردے کا غسل زندوں کی صحت اور سلامتی کیلئے ہے جنھوں نے اُس کو اُٹھانا اور چھُونا ہوتا ہے۔ موت کے بعد جسم کے ساتھ لگی ہوئی رطوبتیں اور آلائش وغیرہ میں تعفن شروع ہو جاتا ہے اِس لئے ضروری ہے کہ میت کو جلد غسل دے کر اس گند سے پاک کیا جائے جس کے لئے مخصوص سوراخوں کے علاوہ ناک منہ آنکھ وغیرہ کی صفائی کافی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اثنیٰ عشریہ شیعوں کی طرح میت کو "گز" کیا جائے۔ (سُنا ہے شیعہ لوگ میت کے پیٹ میں گز پھیر کر انتڑیوں سے پاخانہ وغیرہ نکالتے ہیں۔ واللہ اعلم یہ کہاں تک درست ہے) ہم کو صرف ظاہری گند اور نجاست سے خطرہ ہو سکتا ہے جس کا دُور کرنا کافی ہے۔ میت کے جسم کی اندرونی آلائش کو اُس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ قبر کی مٹی بڑی عجیب پردہ پوش ہے وہ ہر قسم کے گند کا ازالہ خاموشی سے کر دیتی ہے۔

مُردے کو دفن کرنا یا جلانا

سب سے آخری مرحلہ میت کو ٹھکانے لگانے کا طریق ہے یعنی آیا اُس کو دفن کیا جائے یا جلایا جائے۔ یا پارسیوں کی طرح چیلوں کی خوراک مہیا کی جائے۔ یہ ایک مستقل اور لمبا مضمون ہے اس لئے یہاں صرف اصولی بات کا ذکر ہی کر سکوں گا۔ کیونکہ مضمون پہلے ہی لمبا ہو گیا ہے۔ جہاں تک میت کا سوال ہے اس کے لئے تو برابر ہے جلا دو یا دفن کر دو۔ البتہ ہم زندوں کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ کونسا طریق زیادہ صاف اور حفظانِ صحت کے اصول اور قدرت کے منشاء اور فطرت کے اصول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے مطابق ہے۔ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے۔ ہمارا جسم خون سے بنا۔ خون خوراک سے اور خوراک مٹی سے (سبزی گوشت کی صورت میں) آئی۔ یعنی وہی کاربن، نائٹروجن، سوڈیم، پوٹاسیم وغیرہ کے مفرد اجزاء مٹی سے نکل کر سبزی میں اور سبزی سے حیوانی غذا میں مرکب صورت لے لیتے ہیں۔ جن سے جسم بنتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جسم جہاں سے آیا تھا وہیں اس کو پہنچا دیا جائے۔ "مٹی سے آیا مٹی میں گیا"۔ انجیل کا بھی مشہور مقولہ ہے۔ حفظانِ صحت کے لحاظ سے بھی دفن کرنا جلانے اور چیلوں کو ڈالنے سے افضل ہے۔ جس کی وجہ ظاہر بھی ہے۔ پھر جذباتی اور اقتصادی نقطہ نگاہ سے بھی دفن کرنا بہتر ہے۔ یہ قدرتی طریق بھی ہے۔ کیونکہ قدرت یا نیچر کا طریق لاکھوں کروڑوں ٹن روزانہ حیوانی مادے کو اسی طرح ٹھکانے لگانے کا ہے۔ یعنی ہر روز جو درختوں کے پتے، حیوانوں کی لاشیں وغیرہ جو ہوتی ہیں اُن کو زمین ہی کھا جاتی ہے۔ اور اس طرح زمین کی کھوئی ہوئی نائٹروجن واپس آجاتی ہے۔ جو پھر خوراک پیدا کرنے میں ممد ہوتی ہے۔ اور زرعی زمین کو کمزور نہیں ہونے دیتی۔

دفن کرنے کے روحانی، قومی اور ملی فوائد بھی ہیں۔ مگر وہ میرے اس مضمون سے بالا ہیں۔ گو بظاہر مُردے کو جلانا یا چیلوں کو ڈالنا جسمانی صفائی اور حفظانِ صحت عامہ کے نقطہ نگاہ سے زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس سوال کے سب پہلوؤں پر غور کر کے موازنہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ مُردے کو دفن کرنا ہی قدرتی، طبعی، پاکیزہ، کم خرچ عملی اور بائیولاجیکل طریق ہے۔

(نوٹ) اگر تپ دق والی میت کی قبر کو چاروں طرف سیمنٹ سے پختہ کر دیا جائے تو پھر جراثیم کے پھیلنے کا اندیشہ نہیں رہتا۔

سُنّتِ ابراہیمیؑ کی فضیلت اور آنحضرت صلعم کی صداقت!

عاجز نے اس مضمون میں اختصار کیساتھ جسمانی صفائی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اور انسان کی ولادت سے وفات تک جو احکام شریعت اسلامی نے اس شعبۂ زندگی کے متعلق دیئے ہیں اُن کی بعض حکمتیں اور فلسفہ بیان کر دیا ہے۔ اب ہر شخص ادنیٰ تدبّر سے معلوم کر سکتا ہے کہ سُنّتِ ابراہیمیؑ کا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اسلامی شریعت میں جاری رکھا ہے انسان کے لئے متمدّن زندگی میں اختیار کرنا ہی فطرت اور قدرت کے منشاء کے مطابق ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا سچّا اور آخری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قول ہے اور سچی سائنس اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے سچے قول اور سچے فعل میں تصادم ممکن نہیں۔ اگر تصادم نظر آئے تو ضرور یا تو قول (مذہب) کی ترجمانی غلط ہو رہی ہوگی یا فعل (سائنس) کی۔ قرآن کریم ہی تمام صحیح علوم، سچے فلسفہ اور حقیقی سائنس کا مجموعہ ہے۔ اور اگر کوئی علم اس کے ساتھ ٹکراتا ہے تو وہ علم نہیں جہل ہے۔ اس کو بھول جاؤ۔ اور اگر کوئی فلسفہ قرآن کے خلاف تعلیم دیتا ہے تو وہ فلسفہ نہیں حماقت ہے۔ اس کو رد کر دو۔ اور اگر کوئی سائنس قرآن کریم کے ساتھ متصادم ہوتی ہے تو وہ سچی سائنس نہیں۔ کسی سائنسدان کی غلط تھیوری ہے یا تخیل۔ اس کو ٹھکرا دو اور اس سے ہرگز مرعوب نہ ہوں۔ اس زمانہ میں جو تشریح اللہ تعالیٰ کے آخری قول کی احمدیت نے کی ہے وہی حقیقی اسلام ہے۔ اور اسی کو اب بفضلِ خدا دنیا میں قائم کیا جائے گا۔ اور یہ کام احمدی نوجوانوں کے کرنے کا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تمام دجالی علوم، احمقانہ فلسفوں اور غلط تھیوریوں کی عمارات کو روحانی بموں سے اُڑا کر نیست و نابود کیا جائے۔ اور اُن کی جگہ رحمانی علوم، قرآنی فلسفہ اور سچی سائنس کے عالیشان محل کو تعمیر کیا جائے۔ تا دُنیا جہالت، حماقت، ناپاکی، ظلم اور بے انصافی کے شیطانی قید خانہ سے نکل کر احمدیت کے رحمانی باغ کے سایہ میں بیٹھ کر اطمینان اور آرام کا سانس لے سکے۔ اور آخر اللہ تعالیٰ کی ابدی جنت میں داخل ہو جائے۔ اللّٰھمّ آمین۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ؕ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے

اقوامِ عالم کو انذار۔ اور سلسلۂ احمدیہ کا اقتدار

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب)

۹راپریل ۱۹۰۶ء کو حسب ذیل وحی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی:-

(۱) "رب ارنی زلزلة الساعة (۲) یریکم الله زلزلة الساعة (۳) اریك زلزلة الساعة (۴) یستٔلونك احق هو (۵) قل إی و ربی انه لحق ولا یرد عن قوم یعرضون نصر من الله و فتح مبین۔ (۶) اراد الله ان یبعثك مقاماً محموداً۔ (۷) هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین كله"

مذکورہ بالا الہامات میں آنے والے حوادث کی عجیب ترتیب سے خبر دی گئی ہے۔ یہ حضور علیہ السلام تشریح فرما چکے ہیں کہ زلزلہ سے مراد انقلاب انگیز تباہی لانے والی، بربادی ڈھانے والی آفات ومصائب ہیں جو جنگ کی صورت میں بھی آئیں گی۔ اور پہلے تین الہاموں سے ثابت ہے کہ وہ زلزلے نمونۂ قیامت ہوں گے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں "یعنی اس میں بہت جانوں کا نقصان ہوگا۔ یہ نہیں کہ حقیقت میں قیامت آجائے گی بلکہ یہ معنے ہیں کہ دنیا پر سخت صدمہ ہوگا اور بہت جانیں تلف ہوں گی" (بدر جلد ۲ ص۱ ۔ الحکم جلد ۱۰ ص۱۳) ان عالمگیر اور عظیم عذابوں کے بارے میں یہ بھی ارشادِ باری ہے کہ "یہ بات سچ ہے میرے رب کی قسم اور اعراض کرنے والی قوم سے عذاب نہیں ٹلے گا۔" دوسرے مقام پر بتا دیا کہ اس تباہی کا دامن امریکہ، یورپ، ایشیا تک وسیع ہے۔ آپ نے "شہروں کو گرتے دیکھا اور آبادیوں کو ویران پایا" اور انتباہ فرمایا کہ "جزائر کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔" اور پہلے زلزلہ کی نسبت ارشاد تھا کہ "زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار۔" یہ آفت تو زیادہ تر شمال مغربی ممالک سے متعلق تھی ۔ اور دوسری جزائر کے متعلق جس میں ایک مصنوعی خدا کی پرستش ہوتی ہوگی اور اسی کو فتح و کامیابی کا کرتا دھرتا سمجھا جاتا ہوگا۔ لیکن انجامکار باطل کا انجام تباہی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور حق اپنی تمام شان و شوکت سے نمایاں ۔ یہ کب ہوگا ؟ "جب تمہیں اے مسیح موعود محمود کی صورتِ ظلّی میں اُٹھایا جائے گا" تب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ستائش دُنیا کے کناروں تک کی جائے گی ۔ اور دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے یہ پیشگوئی "چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشاں کی پنج بار" وحی کے نزول کے بعد (مارچ ۱۹۰۶ء میں) بایں الفاظ فرما دی :-

"خدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلے کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقے کو غالب کرے گا اور میرے فرقے کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل و نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمے سے پانی پیئے گی ۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائیگا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دیگا۔ اور اپنے وعدے کو پُورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پہ برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(تذکرہ صفحہ ۵۴۶)

پس ضرور ہے کہ خدا کے نوشتے پورے ہوں اور جیسا کہ قرآن مجید میں یاجوج ماجوج کے بارے میں آیا ہے وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ ۔ ان اقوام کو جن کا ذکر بائیبل میں تفصیل سے آیا ہے ایسا عروج حاصل ہو کہ وہ ہر بلندی کو چھلانگ کر اپنی گذرگاہ بناتے ہوئے روند ڈالیں۔ چنانچہ اس کی تکمیل کے لیے ایک مشرقی طاقت کی نازک حالت[1] کی پیش از وقوع خبر دی گئی ۔ تا

[1] واضح ہو کہ خدا تعالےٰ کی وحی "ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت"* میں "نازک حالت" کا تعلق صرف کوریا سے اوائل میں ہم سمجھتے تھے مگر اس کا تعلق تو دونوں سے ہے ۔ مشرقی طاقت

* (تذکرہ صفحہ ۵۴۷ ۔ الحکم ۱۰ر جولائی ۱۹۰۵ء)

مغرب و مشرق میں ان اقوام کو تسلط حاصل ہو جائے۔ اور ان کا مصنوعی خدا اگرچہ اُس کی ہستی قائم رہے، اپنے پرستاروں کی کچھ بھی مدد نہ کر سکے۔ یہ سب کچھ ہم نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا۔ اور جو حضور نے فرمایا تھا وہ بھی سب بعینہٖ پورا ہوا۔

”اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائینگے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائینگی۔ اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحے میں ان کا پتہ نہیں ملیگا“

(تذکرہ ص۶۶۷)

اب انسانوں میں اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ اور قبل اس کے کہ ”بہتیرے نجات پائیں اور بہتیرے ہلاک ہوں“ (تذکرہ ص۶۶۷) ہمارا فرض ظاہر ہے۔ کہ دُنیا والوں کو امن و سلامتی کی شاہراہ دکھائیں تا وہ کلمات پورے ہوں جو احمدیت کے تمام دُنیا پر چھا جانے کے بارے میں اُوپر نقل کئے جا چکے ہیں۔ جو کچھ مَیں نے حوادثِ روزگار کے بارے میں لکھا ہے اُس کی تصدیق دوست دشمن کی تحریروں تقریروں سے ہو رہی ہے۔ حال ہی میں مشہور ادیب اور چشتی برادری کے لیڈر خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے اپنے اخبار منادی میں ایک نوٹ لکھا ہے اور بے ساختہ ان کی زبانِ قلم سے ایسے الفاظ نکلے ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دی ہوئی خبروں کی صداقت، روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو رہی ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص۵۴) اُس وقت ظاہر نہ تھی۔ ۱۹۰۵ء کے بعد جاپان کو ترقی ملی اور اقتدار حاصل ہوا۔ اور وہ یورپ کی نگاہوں میں مشرقی طاقت قرار پائی۔ مگر خدا نے یہ بھی خبر دیدی کہ پھر اس کی نازک حالت ہوگی۔ چنانچہ یہ براڈ کاسٹ ہوا ہے کہ جاپان سے ۱۵ لاکھ مربع میل علاقہ جنوب مشرقی بحر الکاہل سے واگذار ہوگا۔ جس میں آبادی ۱۲ کروڑ ۸۰ لاکھ مختلف جزائر کی ہے ایک لاکھ جنگی قیدی اور ڈیڑھ لاکھ نظر بند صرف اس علاقے میں ہیں۔ چین کا جو ملک زیر تصرف تھا الگ، اور قیدی و نظر بند بھی جُدا ہیں۔ اور خود جاپان پر اتحادیوں کا فوجی قبضہ اُسکی نازک حالت ظاہر کر رہا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قیامت کا نمونہ لڑائیاں

"۴ر اگست ۱۹۱۴ء کو پہلی جنگ یورپ شروع ہوئی تھی اور دوسری جنگ یورپ ستمبر ۱۹۳۹ء میں شروع ہوئی تھی۔ جو آج ۱۵ر اگست ۱۹۴۵ء کو ختم ہوگئی۔ یہ دونوں لڑائیاں قیامت کا نمونہ دکھانے والی لڑائیاں تھیں۔ جو اِس لڑائی میں جیتے ہیں وہ ہارے ہیں اور جو ہارے ہیں وہ مرے ہیں۔ مگر ان دونوں سے زیادہ ہم غیر جانبداروں نے حشر ونشر کے تماشے دیکھے ہیں۔ جاپانی اپنے بادشاہ کو خدا سمجھتے ہیں۔ اُن کے خدا نے کبھی کسی سے بات نہیں کی تھی۔ مگر آسمان والے خدا نے جاپان میں جاکر حکم دیا۔ "میرے بندے بول۔ اور ساری دُنیا سے بات کر اور اپنی ہار مان تاکہ تیری عاجزی کا سب کو علم ہوجائے۔" (منادی ۲۴ر اگست)

اِس میں دونوں لڑائیوں ۱۴ تا ۱۸ء کی جنگ عظیم اور ۳۹ تا ۴۵ء کی جنگ عالمگیر کو نمونۂ قیامت تسلیم کیا ہے۔ اور جاپان کے شہنشاہ کا مصنوعی خدا اور پھر بےکس و بےبس ہونا بتادیا ہے۔ پھر آپ پرتاپ لاہور مؤرخہ ۷ر ستمبر کے اس اقتباس کو مطالعہ کریں جس سے کسی قدر حسب پیشگوئی اتلافِ جان کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

دوسری عالمگیر جنگ

"واشنگٹن۔ ۵ر ستمبر۔ مندرجہ ذیل اعداد وشمار سے معلوم ہوجائے گا کہ دوسری عالمگیر جنگ میں کتنے شہری اور فوجی ہلاک وزخمی ہوئے یا لاپتہ ہوگئے۔ ان میں جنگی قیدی شامل نہیں۔ روس ۲ کروڑ ۱۰ لاکھ۔ جرمنی ۶۰ لاکھ سے ایک کروڑ ۲۵ لاکھ۔ پولینڈ۔ فوجی ۹ لاکھ۔ شہری وغیرہ ۷۵ لاکھ۔ چین ۳۰ لاکھ۔ جاپان ۲۷ لاکھ۔ امریکہ ۱۰ لاکھ ۷۰ ہزار۔ برطانوی سلطنت ۱۴ لاکھ ۳۰ ہزار۔ فرانس ۱۰ لاکھ۔ اٹلی ۱۱ لاکھ۔ یوگوسلاویہ ۱۶ لاکھ ۸۵ ہزار۔ آسٹریا ۷ لاکھ۔ ہنگری ۶ لاکھ۔ رومانیہ ۷ لاکھ۔ یونان ۷ لاکھ۔ ہالینڈ ۲ لاکھ ۷۵ ہزار۔ فن لینڈ ۱۸۳۱۰۶۔ بلجیم ۹۰ ہزار۔ چیکوسلواکیہ ۶۰ ہزار۔ فلپائن ۳۰ ہزار سیام ساڑھے تین لاکھ۔"

جاپانی ہلاک ومجروحین کی تعداد
پچاس لاکھ پچاس ہزار

"جاپانی حکومت کے ایک اعلانچی نے آج جاپانی پارلیمنٹ میں بتایا کہ جاپانی بری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور بحری افواج کے مجروحین کی اور ہلاک شدگان کی تعداد ۵۰۸۵۰۰۰ ہے۔ بری فوج کے ہلاک شدگان کی تعداد ۳۱۰۰۰۰ ۱ اور بحری فوج کے ہلاک شدگان کی تعداد ۱۵۷۳۶۵ ہے۔"

"جاپانی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے جاپانی وزیر اعظم نے بتایا کہ چار سال کی جنگ میں جاپان کے ۵ لاکھ کے قریب سپاہی ہلاک ہوئے۔ ۶۸۴ جنگی جہاز غرق ہوئے اور ۲۳۰۰۰ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ ..... صلح نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے تمام جاپانی نمائندے سسکیاں لے کر روتے رہے۔"

اور اس بات کی تصدیق کہ اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی ذیل کے اقتباس سے ہوگی۔ جس میں جاپان کے صرف ایک شہر کی بربادی و تباہی کا ذکر ہے۔ اور مضمون نگار وہی الفاظ لکھنے پر مجبور ہوا ہے جو خدا کی وحی میں آئے۔ کہ ان شہروں کو دیکھ کر رونا آئے گا۔ وہ قیامت کے دن ہوں گے۔ (تذکرہ صفحہ ۶۶۵)

ساری جنگ میں اِس سے زیادہ تباہی کہیں نہیں ہوئی

"ہیروشیما ایک ایسا شہر معلوم نہیں ہوتا جو بم سے تباہ ہوگیا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھاری سٹیم رولر اس شہر پر سے گذر گیا ہے اور اسے بالکل زمین کے ساتھ ملا گیا ہے۔ تمام جنگ میں اتنی خوفناک تباہی نہیں ہوئی جتنی کہ ہیروشیما کی ہوئی ہے۔ ۲۵-۳۰ میل میں کوئی عمارت کھڑی نظر نہیں آتی۔ انسان کے ہاتھوں اس شہر کی بھاری تباہی دیکھ کر دل دہل جاتا ہے۔ کئی میلوں تک کھنڈر ہی کھنڈر نظر آتے ہیں۔ درجنوں بازاروں، عمارتوں، کارخانوں اور انسانی جانوں کے ڈھیر نظر آتے ہیں معلوم ہوا ہے کہ کیمیائی مادہ سے پانی زہر آلود ہوگیا ہے۔ پرمانو بم نے اپنا اثر دُور تک زمین کے اندر کیا۔ اور ابھی تک یہ پلیگ پھیلا رہی ہے۔ تمام وہ عمارتیں کیا لکڑی کی اور کیا کنکریٹ کی جدید طرز کی۔ زمین سے ہموار ہوگئیں۔ کئی زخمی ہسپتالوں میں جاکر پاگل ہوگئے۔ شہر کے عقب میں سبز پہاڑیاں اور چاول کے کھیت پانچ پانچ میل جھلس کر بھورے ہوگئے۔ دس دس میل دُور لوگوں کو دڑھ کا فالج ہوگیا۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فاعتبروا یا اولی الابصار!

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ہ یعنی تجھ سے پہلے بھی اقوام عالم میں یہی ہمارا طریق رہا ہے کہ اُن کو انواع و اقسام کی بلاؤں مصیبتوں، جنگوں، قحطوں میں گرفتار کیا تا اُن کے قلوب میں تضرع پیدا ہو اور وہ غفلت اور تکبر چھوڑ کر ہوشمندی اور عاجزی اختیار کریں اور امر حق پر ایمان لائیں۔ آگے چل کر فرمایا۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ہ کس قدر وضاحت سے بتا دیا ہے کہ خدا کے فرستادے بشارتیں بھی لاتے ہیں اور انذار بھی۔ جو ایمان لا کر اپنی اصلاح کر لیتے ہیں اُنہیں کوئی خوف و حُزن نہیں۔ نہ کسی گذشتہ امر پر اندوہ و غم اور نہ آئندہ کے لئے کوئی خوف۔ البتہ جو نشاناتِ الٰہی کی تکذیب کرتے ہیں اُن پر عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ اس پے درپے نافرمانی اور کفر و عصیان کے سبب۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ پس اِن غیر معمولی و عالمگیر آفات کی لپیٹ میں آئے ہوئے اپنی اصلاح کر لیں ورنہ کھو جڑ اکھو یا جانے کا وعید موجود ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا کے مطابق عالمگیر شدید عذاب اُس وقت تک مسلط نہیں ہوتا جب تک کہ رسول کے ذریعہ اتمامِ حُجت نہ ہو جائے۔ پس اِس فرستادۂ حق کو پہچاننا اور اسے اپنا ہادی و رہنما ماننا لابدی ہے ؎

من از ہمدردیت گفتم تو خود ہم فکر کُن بارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا وہشیارے

(۱۸ ستمبر ۲۵ء)

(بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر قادیان سے مالکان کے لئے شائع کیا)